

مکتبہ دارالافتاء و معین قاسمیان پتھریں

# السکین لقطع حبل التین

اس رسالہ میں اصول حدیث کے متعلق بحث ہو اور اس حدیث میں باہر کی بات  
میں مابین کلام کیا تھا اور اس کا مشغل جو بات تھی اس میں  
اسی طرح سے ثبوت دیا گیا اور از الیقین الحدیث سے  
محمد بن عبد اللہ بن ابی

مطبع سعید السطاح واقع بنارس محلہ دارا نگر میں

طبع ہوا

۱۳۱۲ھ



بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم



# بسم الله الرحمن الرحيم



الحمد لله الذي أرسل اليك رسولا واهيا الى الله وسراجا منيرا وامرنا بالتباعد  
وعددت حبيبه عدا صوفوسا والصلوة والسلام على افضل الرسل محمد الذي  
هو شفيع المذنبين في يوم الدين وكان اذا قرأ ولا الضالين بهم بالثمين  
وعلى الله واصحابه واتباعه الذين يصفون آثاره فيقوم صوتههم بآمين  
**اما بعد** خاكسار رآي رحمة رب الهجيد محمد حيد بنارتي گزاش کرتا ہے کہ یہ ہے اید۔  
عنایت فرمائی رسالہ اہل المتین مؤلفہ مولوی نوری نقویہ من صاحب ثون مع اشتہار  
پاسن بھیج کر لکھا کہ اس رسالہ کو ملا خطہ کر کے اس کے مالہا و مالہا ہے اطلاع دیجئے اگر وہاں  
رسالہ کے ٹھیک ہوں تو تصویب فرمائی جاوے ورنہ مکذیب خاکسار نے رسالہ اہل المتین  
کو ابتدا سے انہماک جو بغور تمام دیکھا تو بقول مؤلف انہیں اس شوق رسالہ کو مقبول  
سلف خلف سے خالی پایا اس رسالہ میں مؤلف نے جو اپنے زعم میں عقیدت کی تھی  
کھینچی ہے تو مبالغہ کا رنگ بھر کر بقول خود زمین آسمان کے قلابے ملا دے میں  
اخبار دن میں اشتہار دیکر ایک عالم میں شور مچا رکھا ہے بعض متعصب قلمدار





**قول مؤلف** چونکہ اس رسالے میں جا بجا وہ مفید باتیں لکھی گئی ہیں جس کتب سلف و خلف خالی ہیں۔

میں کہتا ہوں الحمد للہ کہ جو امر حق تھا وہ ہمارے مخاطب کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے نکلوا دیا یعنی رسالہ جیل المقتبین میں ایسے مضامین مندرج ہیں جو کتب سلف و خلف میں نہیں پائے جاتے محض مؤلف نے اپنے خیال سے تکبیری فرمائی ہے جس کتاب یا رسالے کے مطالب کتب سلف اور خلف سے نہ ملے تو خود ہوں اسکا اعتبار و مرتبہ عامہ مسلمین کے نزدیک کم ہوگا۔  
کیونکہ کسی خاص شخص غیر معروف کے خیالات شاعرانہ کسی پر حجت نہیں ہیں تو اب بقول حضرت نیموی صاحب یہ رسالہ پایہ اعتبار سے ساٹھ ہوا و بند الحمد۔ **قول مؤلف** اور اثبات مدعائین آسمان و زمین کے قلابے ملا دیے ہیں۔

میں کہتا ہوں بیشک اس رسالے میں آپ نے اس قدر مبالغہ اور داؤد پچ کا کلام کیا ہے کہ زمین آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں کوئی تحقیقی بات نہیں لکھی فقط قلابے ہی ملائے ہیں اب ذرا نظر انصاف سے اس جواب کا ملاحظہ فرمائے کہ کس خوبی و حسن اسلوب سے آپ کی اقوال کی تردید کی گئی ہے دودھ کا دودھ پانی کا پانی علیحدہ کر دیا گیا ہے امید ہے کہ آپ یا جن صاحب تحقیق کی نظر سے یہ جواب گزرے گا انشاء اللہ خیالات اونکے پلٹ جائیں گے۔

**قول مؤلف** متواتر وہ حدیث ہے جسکے راوی ہر طبقہ میں اس کثرت سے ہوں جنکے اجتماع علی الکذب کا گمان نہیں ہو سکتا ایسی حدیثیں قطعی الصحیح ہیں مگر کتب احادیث میں انکا وجود بہت کم ہے۔

میں کہتا ہوں مناسب مقام تو یہ تھا کہ آپ کسی کتاب اصول حدیث سے تعریف متواتر کی نقل فرماتے کیونکہ یہاں تو بحث حدیث اور اس کے اصول

رسبت میں غفلتیں بھی رہتے ہیں میں نے یہ سب کاغذ مار رہا ہے  
میں نے ان جوابات میں غفلتیں بھی رہتے ہیں میں نے یہ سب کاغذ مار رہا ہے  
میں نے ان جوابات میں غفلتیں بھی رہتے ہیں میں نے یہ سب کاغذ مار رہا ہے

قول مولف الحمد للہ الذی جل لنا آمین طابا لہ دعاہین کہتا ہوں  
ایہ تین حضرت شوق صاحب کلمہ والی تحقیق کا اندازہ اس پادشہ  
طیب سے کر لیں کیونکہ حضرت شوق صاحب اللہ تعالیٰ نے کہاں آمین کو خاتم دعا  
شہر ریاستہ اوکاڑہ اپنے بتائے گئے گورنر ہونے تو ایسی مسیح جھوٹہ سے پرہیز  
فرمایا اللہ تعالیٰ پر بہانہ نہ لگائیے۔ اس کے قول سے معلوم ہوا کہ آپ کو  
غلط فہمیں نہ کہہ سکتے تھے کہ آپ نے یہ کہہ دیا کہ وہ پہلی نظر میں  
یہ حالت تو آئندہ خدا حافظ قول مولف واصلہ علی من قال ان نام  
بہین و قد اوجب +

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ سزا دے یا ایہہ المذین امنوا صلوا علیہ وسلم تسلیماً سورہ احزاب پارہ ۲۲ - ترجمہ اسے ایمان والو! رو بہو حضرت م پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا - اللہ تعالیٰ نے اس کی بات میں ۱۰ باتوں کا ارشاد فرمایا ہے ایک صلوٰۃ دو سلام بھیجنے کا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی صلوٰۃ ہی پر اکتفا فرمایا اور سلام کو بیکڑے فرما کر قول اللہ تبارک و تعالیٰ کا خلاف کیا اگر آپ یوں لکھتے (و الصلوٰۃ والسلام علی من قال الام) تو سرور وطن نہ بنتے \*

فی الاخبار المتواترة مرتباً علی الابواب واورد فیہ کل حدیث باسانید  
 من خرجہ وطرقہ ثم حصہ فی جزء لطیف سماہ الاذہار المتناثرة فی الاخبار  
 المتواترة مقتصر فیہ علی عز وکل طریق من خرجہ واورد فیہما احادیث  
 کثیرة منها حدیث الخوض من سردایۃ الخوینف و سبعین صحابیاً  
 و منها حدیث المسبح علی الخفین من روایۃ نحو سبعین صحابیاً و  
 منها حدیث رفع الیدین فی الصلوة من نحو خمسين صحابیاً الی اخرہ  
 ترجمہ حافظ سیوطی نے بھی انکی متابعت کی اور احادیث متواترہ  
 کے وجود کی نسبت یقین کیا پہلے تو اس بارے میں ایک کتاب مرتب ابواب  
 پرستی ہے (الفوائد المتکاثرہ فی الاخبار المتواترہ) تالیف کی اور اوسمیں ہر  
 حدیث کو مع اوسکے اسانید اور مخبرین اور طرق کے ذکر کیا پھر اوس کتاب  
 کو ایک جز نفیس میں المنص کیا اور نام اوسکا الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ  
 رکھا اور اوسمیں ہر طریق کے مخرج کے طرف حدیث کو نسبت کرنے پر اقتصار کیا  
 اور بہت سے احادیث کو اوسمیں قرار رکھا اونہیں سے حدیث حوش کی بروایت  
 کچھ اور سنۃ صحابی کے اور اونہیں سے حدیث سبع موزون کی روایت سے  
 سنۃ صحابی کے اور اونہیں سے حدیث رفع یدین کی نماز میں بروایت  
 پچاس صحابی کے آخر تک۔ عبارت حافظ ابن حجر و آپ کے مجدد مولوی عبد  
 صاحب مرحوم سے معلوم ہو اگہ احادیث متواترہ کتب احادیث میں بہت  
 ہیں اور ہی ہمارا مقصود تھا سو مجدہ تعالیٰ ثابت ہوا۔

قول مؤلف کتب احادیث میں احادیث زیادہ ہیں انکی صحت معض  
 ظنی ہے۔

میں کہتا ہوں یہ قول صاحب جیل کا اس پر دلالت کرتا ہے اگر کتب

سے ہونی چاہئے نہ اصول فقہ سے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ احادیث متواترہ کا  
 وجود بہت کم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر اپنی کتب محققین پر نہیں پڑا اور نہ  
 تو ذرا شرح غیبہ کو ہی دیکھا ہوتا حافظ ابن حجر شرح غیبہ میں فرماتے ہیں وہی جس  
 ما یقر بہ کون المتواتر موجود اور جو ذکر کثرت فی الاحادیث ان الکتاب  
 المشہورۃ المتداولۃ بایدی اہل العلم شرقاً وغرباً المقطوعۃ عندہم  
 بصحتہ نسبتہا لی مصنفہا اذا جتمعت علی احادیث حدیث و تعددت طرقہ  
 تعدد التحیل لعادۃ نقاطعہم علی الکذب الی آخر اللہ بوط اذا العلم الیقینی  
 بصحتہ نسبتہ الی قائمہ ومثل ذلك فی آتہ البیہ جویرۃ کشیر ترجمہ  
 بہت اچھی تقریر احادیث متواترہ کے کثرت سے وجود ہونے کی یہ ہے کہ  
 کتب مشہورہ حدیث کی جو اہل علم کے ہاتھوں میں پورے پڑیم میں ہیں اور ان کے  
 نزدیک نسبت ان کتب کی اوکے مصنفوں کی طرف یقینی ہے جب کسی  
 حدیث کی تخریج پر مؤلف ان کتب کے مجتمع ہوں اور اس حدیث  
 کے طریقے اس کثرت سے ہوں کہ عادت انکے کذب پر مجتمع ہوں ہونے کو  
 محال سمجھتی ہو آخر شرط تک تو بیشک علم یقینی اس بات کا حاصل ہو گا کہ نسبت  
 حدیث کی اوکے قائل تک صحیح ہے اور شالین اسکی کتب مشہورہ میں بہت  
 ہیں۔ یہ عبارت شرح غیبہ مطبوعہ فاروقی کے صفحہ ۸ میں ہے اور آپ کے  
 استاد مولوی عبدالحی صاحب رحمہ کی نسبت آپ اوشمہ المجید ص ۱۶ میں  
 یہ لکھ چکے ہیں (مجدد العصر استاذنا المکرم مولانا محمد عبدالحی محدث لکھنوی  
 قدس سرہ) انھوں نے اپنے رسالہ ظفر الامانی ص ۱۶ میں کلام ابن حجر داؤد کے  
 تلمیذ کا نقل کر کے لکھا ہے وتبعہم الخافظ السیوطی فخرم بوجود الاخیار  
 المتواترۃ فالغف فی ذلک والاکتاب اسماء الفوائد المتکاثرۃ

و نوی کے ہے لفظی قسم اور دیا ہے شایقین تحقیق کے لئے عبارت صحافہ ابن حجر  
 کی نقل کی جاتی ہے شرح منجہ مطبوعہ مطبع فاروقی ص ۱۷۰ و ص ۱۷۱ میں ہے و قد یقع  
 فیہا ای فی اخبار الاحاد والمنقسمۃ الی مشہور و عزیز و غریب مما  
 یفید العلم النظری بالقرآن علی المختار خلافاً لمن ابی ذلک والخلاف  
 فی تحقیق لفظی لان من جہز اطلاق العلم قیداً بکنہ نظریاً و حص  
 الحاصل عن الاستدلال ومن ابی الاطلاق خص لفظ العلم  
 بالمتواتر و ما عداہ عندہ ظنی لکنہ لا ینفی ان ما احتف بالقرآن  
 اسجہ ما خلا عنہا و الخبر المحتف بالقرآن انواع منها ما اخرجہ  
 الشیخ ابن نفی صحیحہا بما لم یبلغ حد التواتر فانہ احتف بہ قرآن  
 منها جلا لہما فی هذا الشان و لقد مہما فی تمیز الصحیح علی غیرہما  
 و تلقتی العلماء کتائبہما بالقبول و هذا التلغی و حدہ اقوی فی افادۃ  
 العلم من مجرہ کثرة الطرق القاصۃ عن التواتر + ترجمہ  
 کبھی اخبار احاد میں جو منقسم ہیں طرف مشہور و عزیز و غریب کی واقع ہوتی ہے وہ  
 جو فائدہ دیتی ہے علم نظری کا باعث بننے قرآن کے مذہب مختار پر اس میں  
 خلاف ہے اور اسکا جس نے اسکا انکار کیا ہے یہ خلاف نظر تحقیق میں لفظی ہے  
 کیونکہ جسے اطلاق علم کا جائز رکھا ہے اور کو مقید کیا ہے نظری ہونے کے  
 ساتھ اور وہ استدلال سے حاصل ہوتا ہے اور جس نے اطلاق کا انکار کیا ہے  
 لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے ماسوا متواتر کے اور کے نزدیک ظنی  
 ہے لیکن وہ اس امر کی نفی نہیں کرتا کہ جو خبر احاد منقسم بالقرآن ہو وہ راجع  
 ہے اس خبر احاد سے جو اس سے خالی ہے حدیث منقسم بالقرآن کی چند  
 اقسام ہیں اور میں سے وہ احادیث بھی ہیں جو بخاری و مسلم اپنی

اصول حدیث سے بالکل اوٹو محارست نہیں جو تمام احاد کی صحت  
 کو ظنی بتایا ہے حالانکہ جمیع کتب اصول حدیث میں اس بحث کو طے کر دیا ہے  
 کہ احادیث صحیحین کی صحت قطعی ہے نہ ظنی حافظ ابن صلاح کے قول سے  
 صاحب جبل نے چند جگہ استدلال کیا ہے وہ اپنے مقدمہ ص ۱۲ میں  
 فرماتے ہیں واعلاما الاول وهو الذي يقول فيه اهل الحديث كثرة  
 صحیحہ متفق علیہ یطلقون ذلك ويعنون به اتفاق البخاری مسلم  
 لا اتفاق الامّة علیہ لکن اتفاق الامّة علیہ لازم من ذلك وحاصل  
 معہ لا اتفاق الامّة علی تلقی ما اتفقا علیہ بالقبول وهذا القسم  
 جمیعہ مقطوع بصحته والعلم اليقيني النظري واقع به الخ ترجمہ  
 اعلیٰ اقسام حدیث صحیح کی اول ہے اور وہ وہ ہے کہ اوسمیں المحدث  
 اکثر کہتے ہیں یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے المحدث اسکو مطلق کہتے ہیں اور  
 مراد انکی یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کے اخراج پر بخاری و مسلم و اتفاق کیا ہے  
 اتفاق سے امت کا اتفاق مراد انکی نہیں ہے لیکن امت کا اتفاق اس سے  
 لازم اور حاصل ہے اس باعث سے کہ جس حدیث پر بخاری و مسلم نے اتفاق  
 کیا ہے اسکو امت نے قبول کیا ہے اور اس قسم کی سب حدیثوں کی صحت  
 یقینی ہے اور علم یقینی نظری اوس سے حاصل ہوتا ہے عبارت حافظ ابن صلاح  
 سے معلوم ہوا کہ متفق علیہ احادیث کی صحت یقینی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ امام  
 نووی نے کلام حافظ ابن صلاح پر اعتراض کیا ہے تو اس کے جواب میں گذار  
 ہے کہ کلام نووی کو محققین اس فن نے رد کر دیا ہے دیکھو فتح المغیث شریف  
 عراقی مطبوعہ مطبع انوار محمدی ص ۱۸ و ص ۱۹ سخاوی مؤلف فتح المغیث  
 کے استاد حافظ ابن حجر نے اس نزاع کو جو درمیان حافظ ابن صلاح

الاسناد المتعنع لا خلاف بنیم فی ذلک اذ اجمع شروطاً ثلاثة العدالة  
واللقاء مجالساً ومشااهدة والبصرة قال . التذلیس قال وضع  
قول مالک وعامة اهل العلم ترجمہ احادیث معنعة جنین تذلّیس نہیں  
ہے وہ باجماع ائمہ نقل کے متصل ہیں ایسا ہی خلیب نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس پر  
اتفاق ہے کہ قول محدث غیر ملس کا (فلان عن فلان) صحیح لائق عمل کو ہے جب کہ  
اس راوی نے اپنے شیخ سے ملاقات کی ہے اور اس سے سنا ہے آئین عبد البر  
نے اپنی کتاب تمہید کے مقدمہ میں کہا ہے کہ اہل حدیث نے قبول کرنے اسناد  
معنہ پر اجماع کیا ہے اس بارہ میں اوکے درمیان خلاف نہیں ہے جب کہ  
وہ حدیث معنہ تین شرطوں پر جامع ہو اول عدالت دوم ملاقات صحبت  
سے ہو یا ہمیشہ ہد سے شوم تذلّیس سے بری ہونا آئین عبد البر نے کہا کہ یہ قول  
ایام مالک اور اکثر اہل علم کا ہے ۔ حافظ ابن صلاح نے بھی مقدمہ میں ایسا ہی  
فرمایا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اسناد معنہ میں انقطاع کا احتمال اوسی صورت  
میں ہوگا جب کہ راوی ملس نہ مطلقاً حضرت نبوی صاحب کا مطلقاً و  
عموماً احادیث معنہ میں انقطاع کا احتمال پیدا کرنا یا تو غویبی فہم ہے یا عدم  
مارست کتاب اصول کی وجہ سے یہ قول اون سے صادر ہوا ہے یا کسی نہ چھری  
کی صحبت کا یہ اثر ہے ۔

**قول مؤلف** متن حدیث میں نقل بالمعنی اور راویوں کے بھول  
چوک کا کھٹکا لگا رہتا ہے ۔

میں کہتا ہوں نقل بالمعنی میں بھول چوک کسی کیسی بات آپ بول رہے  
ہیں کیا کچھ مزاج میں بغیریت تو نہیں آگئی ۔

**قول مؤلف** ۔ ماہران علم حدیث پر خوب روشن ہے کہ بہت سی حدیثیں  
ایسی مروی ہوئی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اور نقطون میں اونکو ارشاد فرمایا

کتا ہوں جامع صحیح میں لائے ہیں اور وہ حارث تو ان کو نہیں پہنچا بیشک اس کے  
 قسطن نے گھیر لیا ہے اور میں سے جلالت ثنائت بخاری و مسلم کی اس سن میں  
 اور تیسرے صحیح میں مقدم ہونا اور کافہ پر اور مانا علماء کا اوٹکی کتا ہوں کو قبول کے  
 ساتھ اور یہ بولیت اکیلی زیادہ قوی ہے مسلم کے حاصل ہونے میں خبر و کثرت  
 طرق سے بوجہ تو ان سے قاصر ہیں عبارت حافظ ابن حجر سے معلوم ہوا کہ جو  
 نزاع در میان حافظ ابن صلات و او کے مخالفین کے ہے وہ غلطی ہے اور یا تو  
 صحیحین سے افادہ علم کا ہوتا ہے گو وہ نظری ہو۔ اور حضرت نیوی صاحب  
 کے مجدد العصر نے عبارت حافظ ابن حجر کو نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے جس  
 معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر کی تحقیق کو وہ بھی پسند کرتے ہیں جبکہ وہ  
 کلام میں شک ہو وہ رسالہ نقل لائے مولفہ مولوی عبدالحی صاحب کے  
 کا ملاحظہ کرے۔ اس ہمارے تحقیق سے معلوم ہوا کہ صاحب جبل کی نظر مطلقاً نہیں  
 فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

**قول مؤلف** سید اسناد معنی میں انقطاع سند کا احتمال رہتا ہے۔  
 میں کہتا ہوں یہ قول بھی صاحب جبل کا اس پر دال ہے کہ انکو علماء اصیل  
 حدیث سے مایست نہیں ہے اور نہ کتب قوم پر نظر ہے نہ تقیین نے صاف  
 لکھ دیا ہے کہ حدیث معنی متصل ہے مان اگر یہ عنعنہ مدلس ہے تو اس میں البتہ کلام  
 ہے اگر راوی ثقہ ہے تو اس کا عنعنہ حکم میں اتصال کے ہے حافظ سخاوی فتح المغیث  
 ص ۱۱۹ میں فرماتے ہیں۔ الا حدیث المعنونة التي ليس فيها تدليس متصلة  
 باجماع ائمة النقل وکذا قال الخطيب اهل العلم مجمعون على ان قول الحدیث  
 غیر المدلس فلا عن فلا عن صحیح معمول به اذا کان لقیه وسمع منه  
 وابن عبد البر فی مقدمة تمهیدة اجمعا ای اهل الحدیث على قبول



بتنا ہے اوسکو بعینہ اوصلین الفاظ سے بغیر تبدیل کے روایت کرے ہاں  
 جب کہ وہ راوی جاننے والا واقف کاران امور کا ہو پس یہ وہ ہے جس میں  
 سلف کے لوگوں واصحاب حدیث ارباب فقہ اصول نے اختلاف کیا ہے  
 اکثر وں نے تو روایت بالمعنی کو جائز رکھا ہے بعض محدثین اور ایک گروہ فقہاء  
 اور اصولیین نے شافعیہ وغیرہ سے جائز نہیں رکھا ہے بعض نے حدیث رسول  
 ضمیمین روایت بالمعنی کو منع کیا ہے اور غیب حدیث میں جائز رکھا ہے صحیح تر  
 یہ ہے کہ جب راوی عالم اوسکا ہے جسکو ہم نے بیان کیا ہے تو اوسکو سب میں  
 روایت بالمعنی جائز ہے حافظ ابن صلاح کی تحقیق سے چند امر معلوم ہوئے  
 اول یہ کہ روایت بالمعنی یا اسی آدمی کو جائز ہے جو عالم عارف امور تغیر کا ہو  
 دوم اگر راوی اس طرح کا ہے جو مفہوم یا قالب خبر کو بدل ڈالے گا تو اوسکو روایت  
 بالمعنی کرنا جائز نہیں ہے سوم واقف کار کے بارے میں بھی اختلاف ہے ایک  
 طائفہ محدثین و فقہاء کے نزدیک روایت بالمعنی کسی طرح سے جائز نہیں چہاں حدیث  
 میں تو روایت بالمعنی ایک طائفہ کے نزدیک بالکل منع ہے۔ افسوس کی  
 بات ہے کہ جس شخص کو اتنی بھی مہارت کتب اصول سے نہ ہو وہ اتنا بڑا دھوکے  
 کرے گا شک اگر ہمارے مخاطب اپنے مجدد العصر مولوی عبدالحی صاحب محوم  
 کے رسالے کو ہی دیکھ لیتے تو بھی یہ بات زبان قلم پر نہ لاتے آپکے مجدد العصر  
 محدث لکھنوی ظفر الامانی مین فرماتے ہیں ان لم یکن الراوی عالماً بحد لولیات  
 الالفاظ ومقاصدھا عارفاً بما یختلف بہ معانیھا خبراً بمقدار التفاوت  
 باین ما یوردیہ و باین اصل المدلول لم یجز الہ الراویة بالمعنی بل یجب علیہ  
 ان یروی تلك الالفاظ الخاصة وهذا مما لا خلاف فیہ۔ ترجمہ  
 اگر راوی مدلولات الفاظ اور مقاصد الوکے سے عالم نہ ہو اور جس سے

تھاراویون نے الفاظ بدل کے نقل بالمعنی کی اور یہ انہیں اس شمس کے بعض اوقات ناقل ہر چند اپنی دانست میں پورے معنی کو ادا کرنا چاہتا ہے مگر پھر بھی تغیر الفاظ سے اصل مفہوم میں کچھ نہ کچھ فرق ہو ہی جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ تو نقل و نقل ہونے سے خبر کا قالب ہی بدل جاتا ہے الی ان قال بلکہ اونکی صحت محض ظنی ہے۔

میں کہتا ہوں یہ قول بھی آپ کا دلالت کرتا ہے کہ آپ کو علم اصول سے کچھ خبر نہیں ہے محققین علم اصول نے اس امر کی تصحیح کر دی ہے کہ جو راوی اصل مفہوم و مقصد کو ادا نہ کر سکے اس کو روایت بالمعنی جائز نہیں ہے یہ حافظ ابن صلاح مقدسہ میں فرماتے ہیں الخامس اذا ادا رواية ما سمعه عن معناه دون لفظه فان لم يكن عالماً عارفاً باللفاظ ومقاصد صاحبها بما يتخل معانيها بصيرا بمقادير التفاوت بينها فلا خلاف انه لا يجوز له ذلك وعليه ان لا يروي ما سمعه الا على اللفظ الذي سمعه من غير تغيير فما اذا كان عالماً عارفاً بذلك فهذا مما اختلفت فيه السلف واصحاب الحديث واسر باب الفقه والاصول يجوز الكثرهم ولم يجوز بعض المحدثين وطائفة من الفقهاء والاصوليين من الشافعيين وغيرهم ومنع بعضهم في حديث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واجازة في غيره والا مما يجوز ذلك في الجميع اذا كان عالماً بما وصفنا ترجمہ (پانچویں تفریع) جب کوئی راوی اس حدیث کا بسکوا اور سناسے بالمعنی روایت کر لیا ارا دکرے بدون اس کے لفظ کے پس اگر وہ راوی واقعہ کار الفاظ اور مقاصد کا نہ ہو اور نہ خبردار اس کے ساتھ جس سے معنی بگڑ جاتے ہوں اور نہ دانشمند ہو مقدار فرق سے پس اس میں خلاف نہیں کہ ایسے آدمی کو روایت بالمعنی جائز نہیں ہے اس کو یہ چاہئے کہ جو ایسے

راخیہ الامان توبہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتا۔

**قول مولف** میں دونوں کی ایک ایک شال پیش کرتا ہوں تفاسیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ نجم کی وحی نازل ہوئی جب آپ اس آیت پر پہنچے افرعتہم اللہ والعزى ومنه الثالثة الاخرى شیطان نے آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلوا دیا تملک الغرائق العلی وان شفاقتھن لئلا یحی یعنی یہ بت عالی و عزیز ہیں انکی شفاعت کی امید کیجا سکتی ہے آپ کی زبان سے یہ کلمات نکل گئے اور آپ کو خبر نہ ہوئی اور بعد کی آیتیں تلاوت فرمائیں قریش اس وقت موجود تھے بہت خوش ہوئے کہ ان بتوں کے اختیار میں مانعہ جلانا رزق دینا تو نہیں ہے مگر انکی شفاعت کی امید ہے پھر جھگڑا کیا رہا۔ پھر دوسرے وقت یا دوسرے روز حضرت جبریل آئے اور کہا کہ میں نے تو آپ کو یہ کلمات نہیں سکھائے تھے یہ شیطان کا القاء تھا آپ کو نہایت حزن و ملال پیدا ہوا اور لوگوں پر ظاہر فرمایا کہ وہ القاء شیطانی تھا جب قریش نے سنا تو طعن کرنے لگے کہ دیکھئے اقرار کر کے مکر گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ حج کی یہ آیت نازل فرمائی وما اسسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا انھ اس واقعہ کو طہرائی نے معجم کبیر میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور بعض اہل معاری نے بھی باسانید ضعیفہ و منقطعہ و واہیہ روایت کیا ہے وہیں سے اور مفسرون نے اڑایا ہے یہاں تک کہ جلالین میں بھی موجود ہے الی ان قال المختصر یہ واقعہ اصول حدیث کے موافق جس درجہ کا ہو مگر درایتہ محض بے سرو پا ہے امام رازی رحمہ اللہ نے اسکی کما حقہ تکذیب کی ہے اور اسلام کے مخالفین کے سخت حملوں سے بچایا ہے۔

**میں کہتا ہوں**۔ آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ میں ایسی حدیث کی شال پیش

معنی بدل جاتے ہیں اور اسکا جاننے والا نہ ہوا اور جسکو وہ ادا کر رہا ہے اور اصل مدلول کے فرق کی واقفیت نہ رکھتا ہو تو ایسے راوی کو روایت بالمعنی کی جائز نہیں ہے اور اس پر یہ واجب ہے کہ انھیں حاصل الفاظ کو بعینہ روایت کرے اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اس عبارت مولوی عبدالحی صاحب رحمہ سے معلوم ہوا کہ جو راوی اصل مدلول مفہوم میں تمیز نہ کرے یا یوں کہو کہ روایت کا قالب بدل ڈالے اور اسکو روایت بالمعنی جائز نہیں ہے اور اسکو چاہیے کہ انھیں الفاظ سموہ کو روایت کرے۔ اگر روایت بالمعنی کے جواز سے انحال احادیث میں نکالکر آپ احادیث رسول اللہ صلعم کو متروک مہجور کیا چاہتے ہیں تو قرآن پر بھی آپ ہاتھ صاف کیجئے کیونکہ قرآن بھی توسات حرفوں پر نازل ہوا ہے جس معنی قرآن کو سات حرفوں میں سے کسی پر ادا کر دنا کافی نشانہ ہے تو بقول آپ کے یہ احتمال قرآن میں بھی قائم ہو جائے گا پس قرآن حدیث دونوں کو آپ نے مہجور کیا قصہ تمام ہوا اسے مسلمانوں ذرا انور کرد یہ ہمارے حضرت شوق صاحب کی خوبی فہم ہے اگر آپ فہم کو کام میں لاتے اور احادیث کی طرف توجہ فرماتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کسی خبر صحیحہ کا قالب نہیں بدلا۔

**قول مؤلف** بعض حدیثیں تو صاف ایسی ہیں جن پر اپنے اصول کے موافق محدثین نے اسکی صحیح یا حسن ہونے کا حکم لگایا ہے مگر حقیقت الامر میں یا تو اس سے محض غلط ہیں یا بالکل تو غلط نہیں مگر ایک آدھ بات ضرور غلط ہے۔

میں کہتا ہوں جس حدیث پر محدثین نے صحت یا حسن لڑا نہ اسکا حکم لگایا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتی بان بدگمان آدمی جو نہ کہے تھوڑا ہر مسلمان

کیا تو اس کے بطلان کو ظاہر کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آیات کو مضبوط کر دیا  
 اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے (جیسا کہ نموی صاحب نے کیا ہے) کہ شیطان کو حضرت  
 صلعم پر خواب میں ولایت نہیں ہے جواب اسکا یوں دیا گیا ہے کہ اس سے شیطان کی  
 آپہ ولایت لازم نہیں آتی غایتہ الامر یہ ہے کہ شیطان نے جب یہ دیکھا کہ  
 آپ کو اونگھ اٹھی ہے تو آپ کی آواز سے اپنی آواز ملا کر حضرت کی قرأت کی حکایت  
 کر دی پھر اللہ تعالیٰ نے رسول کی زبان پر شیطان کی بات کے بطلان کو  
 بیان کر دیا تاکہ اس سے کوئی دھوکا نہ کھائے پھر میں نے دیکھا اوس کے  
 جواب کو پھر سے میری بات کی تائید نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت صائم ترین  
 سے قرآن پڑھتے تھے شیطان آپ کے سکتہ کرنے کے تاک میں رہا اور ان  
 کلمات کو حضرت صلعم کی آواز میں ملا کر کھدیا اسطور سے کہ جو آپ کے قریب  
 تھا اوس نے سن لیا اور گمان کیا کہ یہ حضرت ص کا قول ہے پس اس نے یہ بات  
 شہور کر دی اور اس جواب کو بہت محققین نے پسند کیا ہے جیسے عیاض اور  
 ابن عربی وغیرہ عبارت مولوی عبدالحی صاحب سے معلوم ہوا کہ شیطان نے  
 آپ کی آواز کے ساتھ اپنی آواز کو ملا کر حضرت صلعم کے حالت اونگھ میں ان  
 کلمات کو کہہ دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کی بات کا بطلان ظاہر کر دیا۔  
 اس سے نہ ولایت شیطان کی لازم آتی ہے نہ اور کوئی بات اور مؤید اسکے آیت  
 سورہ حج کی ہے جس کا ایک ٹکڑا حضرت شوق صاحب نے نقل کیا ہے پوری آیت  
 یون ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنا لعل  
 الشیطان فی امنیہ فبفسخ الله ما یلقى الشیطان ثم حکم الله آیاتہ  
 والله علیم حکیم لیجعل ما یلقى الشیطان فتنة للذین فی قلوبہم  
 مرض والقاسبة قلوبہم وان الظالمین لفی شقاق بعید - سورہ حج رکوع

کرتا ہوں جس پر محدثین نے صحت یا حسن کا اپنے اصول کے موافق حکم لگایا  
 ہے اور دراصل وہ غلط ہے اور پھر مثال سی آپ نے پیش کی جسکی کوئی  
 سند صحیح متصل نہیں بلکہ اسانید ضعیفہ منقطعہ و اہمیت سے روایت کی گئی ہو  
 اور اسکا آپ نے بھی اقرار کیا ہے اب آپ ہی انصاف سے فرمائی کہ یہ بہ  
 مثال آپکی غلط ہے یا نہیں۔ اگر اس حدیث کو صحیح بھی قرار دیا جاوے  
 جیسا کہ بعض محدثین مثل حافظ ابن حجر وغیرہ نے اس کو دلیل صحیح کہا ہے اور اس  
 روایت کے ثبوت میں آپکے مجدد العصر مولوی عبدالحی صاحب رحمہ نے اپنے رسالہ  
 طغر الامانی میں بڑا زور مارا ہے تو بھی اصول و روایت کے یہ روایت منافی نہیں  
 ہے چنانچہ اس بات کو آپکے مجدد العصر نے بڑے زور شور سے لکھا ہے رسالہ  
 طغر الامانی صفحہ ۲۶ میں ہے واخرج الطبرانی من فتاۃ انہ اصابتہ سنۃ فخری  
 لسانہ ولم یثغر فلما علم اظہر بطلانہ واحکم ربہ ایا تہ واعتزض بانہ  
 لا ولایۃ للشیطان علیہ فی النعم و یجاب بان ہذا لا ینبت للشیطان  
 ولا یتہ علیہ وانما غایۃ الامران الشیطان لما دالا اصابتہ تلک السنۃ  
 حاتی قرأتہ بصوت یشبہ صوتہ ثم یابن اللہ للناس علی لسان رسولہ  
 بطلان ما وقع من الشیطان حتی لا یغتر بہ احد ثم رایت من اجاب  
 لما یوید ما ذکرہ وهو انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کان یرتل قرأتہ  
 فاستصد الشیطان سکتہ ونطق بتلک الکلمات محیا کیا نعمة النبی صلی اللہ  
 علیہ والہ وسلم بحیث یسمعه من دلی الیہ منهم فظنہا من قوله واستاعہا  
 واستحسن ہذا الجواب غیر واحد من المحققین کعبا من ابن العربی -  
 ترجمہ میرانی نے فتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت صلعم اور گھم کے تھے  
 پس آپکی زبان جاری ہو گئی اور آپ نے معلوم نہیں کیا جب آپ نے معلوم

خیال تھا آپ نے فرمایا کہ نہ تو میں بھول ہوں اور نہ نماز قضا ہوئی ہے آخر ذوالیہدین کے اصرار پر آنحضرت ص نے صحابہ کی طرف توجہ فرمائی اصحاب رض نے ذوالیہدین کی تائید کی آپ نے اٹھ کر بقیہ رکعت ادا کر لی آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اس واقعہ میں راویوں سے کیا کیا وہم ہوئے ہیں حدیثوں میں ہے کہ وہ ظہر کا وقت تھا اور بعض میں ہے کہ عصر کا وقت تھا کسی میں ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر آپ سلام پھیر دیا اور کسی میں تین کا ذکر ہے اب دیکھئے کہ اگر ظہر صبح ہے تو غلط اور اگر عصر صبح ہے تو ظہر غلط اس طرح اگر دو رکعتیں صبح میں تو تین غلط اور اگر تین صبح میں تو دو غلط ہم انکو مختلف واقعات پر محمول کر کے تطبیق دیدیتے مگر آپ کا تین چار وقت بھولنا اور یہ دفعہ ذوالیہدین ہی کا ایک طرہ ٹوکنا اور آپ کا ہر دفعہ یکساں جواب دینا عقل سلیم کبھی پسند نہیں کرتی بات یہ ہے کہ آپ کا بھولنا اور ذوالیہدین کا ٹوکنا بہت صحیح ہے مگر بعض روایات کو تعین وقت و علاقہ رکعت میں وہم ہو گیا، تو تعدد واقعات سے کچھ علاقہ نہیں۔

**میں کہتا ہوں** پہلے تو ناظرین حضرت نبوی صاحب کے حدیث دانی کو سنیں کہ آپ نے دو حدیثوں کے مضمون کو ایک کر دیا۔ حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ حضرت صلعم نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور حضرت عمران بن حصین میں ہے کہ حضرت صلعم نے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا ظاہر ہے کہ یہ دو واقعات ہیں جنکو دو صحابہ نے بغیر شک کے بیان کیا ہے کیونکہ حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ حضرت صلعم نے دو رکعت پڑھ کر مسجد میں قبلہ کی طرف ایک بلکڑی کھجور پر ٹیک لگائی اور حدیث عمران بن حصین میں ہے کہ حضرت مہنین رکعت پڑھ کر گھر میں تشریف لے گئے ظاہر ہے کہ دونوں واقعات جدا جدا ہیں اگر ایک ہی شخص نے دونوں دفعہ حضرت صلعم کو ٹوکا تو اس میں کیا

پارہ ۱، ترجمہ اور نہیں بھیجو ہم نے پہلے تجھ سے رسول اور نہ نبی مگر جو وقت  
 قرأت کرتا تھا ڈال دیتا تھا شیطان قرأت اونکی میں پس موقوف کر دیتا ہے  
 اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ آیتوں اپنی کو اور اللہ جانو  
 والا حکمت والا ہے تاکہ کر دیوے اوکو کہ ڈالتا ہے شیطان امتحان واسطے  
 اون لوگوں کے جنکے دلون میں مرض ہے اور جو سخت ہیں دل اوکے اور  
 بیشک ظالم البتہ خلاف دور میں ہیں۔ یہ آیت قرآنی صاف پکار کر کہہ رہی  
 ہے کہ پہلے رسولوں اور نبیوں کی قرأت میں بھی شیطان ملا دیتا تھا مگر اللہ تعالیٰ  
 شیطان کی بات کو مٹا دیتا تھا اور اپنی آیات محکم کر دیتا تھا یہ شیطان کا  
 ملا نا فقط آزمائش کے لئے تھا منافق لوگ فتنہ میں پڑ جاتے تھے ایمان والے  
 ثبات قدم رہتے تھے۔ اسے حضرت شوق صاحب اب جو کہہ آپ اس حدیث کی  
 نسبت فرماتے تھے اس آیت کی نسبت فرمائے کیونکہ نبیوں کے درایت کے ہم  
 آیت بھی خلاف ہے کہ جبریل کو دیکھ کر شیطان کیسے خلط کر دیتا تھا۔ رہا یہ آپ کا  
 شبہ کہ حضرت صلح کے قول کا اعتماؤ کیونکر ہوتا محض لاشی ہے کیونکہ شیطان کو  
 ملائی ہوئی بات کو جب اللہ کھول دیتا اور باطل کر دیتا تو پھر شبہ کیسا  
 الحمد للہ کہ آپ کی کل شبہات کا جو اس حدیث کی نسبت تھی جواب ہو گیا۔  
**قول مؤلف** اسی طرح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و  
 سلم ایک دفعہ دن کو نماز فرض ادا کر رہے تھے آپ کو سہو ہو گیا بھولے سے  
 بعض رکعتیں چھوڑ دیں اور سلام پھیر دیا اور مسجد کے کسی گوشہ میں بوضع  
 خاص استراحت فرمائی حاضرین جماعت کو ٹوکنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ایک  
 شخص تھے جنکا لقب ذوالیدین تھا وہ جرأت کر کے بولے کہ یا رسول اللہ! یا  
 آپ کو سہو ہو گیا ہے یا نماز ہی قصر ہو گئی آپ کو چاروں رکعتیں ادا کرنے کا



سلام پھر دیا پھر اپنے مکان میں آپ داخل ہوئے ایک آدمی جسکو خرباق کہا جاتا تھا آپ کی طرف کھڑا ہوا اور آپ کے فعل سہو کو آپ سے ذکر کیا حضرت غصہ کی حالت میں چادر کھینچتی ہوئے باہر تشریف لائے اور عمران بن حصین کی ایک رزائے میں ہے کہ عصر کی تین رکعتیں پڑھ کر حضرت ۳؎ سلام پھیرا پھر کھڑے ہوئے اور مکان کو تشریف لے گئے ایک آدمی جسکے ہاتھوں میں طول تھا آپ کی طرف کھڑا ہوا اور کہا کیا نماز کم ہو گئی ہے حدیث عمران کی یہ واقعہ تیسرا دوسرے دن کا ہے اور ائمہ زیادہ جانتا ہے امام نووی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ محققین کو نزدیک یہ تین واقعے ہیں ایک دفعہ آپ کو نماز ظہر میں سہو ہوا اور دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا پھر دوسری دفعہ نماز عصر میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا ان دونوں اوقات کو اوپر یہ رد نے نقل کیا ہے اور تیسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ نماز عصر میں آپ نے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مکان میں تشریف لے گئے اس واقعہ کو عثمان بن حصین نے نقل کیا ہے۔ جن لوگوں نے تین واقعے کو بعید سمجھا ہے جیسے حضرت شوق وہ یہ کہتے ہیں کہ تین دفعہ ایک ہی آدمی نے ٹوکا یہہ بعید ہے حالانکہ اسہن کوئی بعد نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اور آدمیوں کو عرب و ارباب حضرت سے یہ جرأت نہ ہوئی ذوالیدین کو جرأت ہوئی۔ اگر بالفرض مان لیں کہ ایک ہی واقعہ ہے تو بھی اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اسوجہ سے کہ ہمارے مخا طب نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت ۴؎ کا بھولنا بہت صحیح ہے توجہ کثیر البشر خاتم النبیین کا بھولنا تیمی صاحب نے تسلیم کر لیا تو پھر اگر کسی دوسرے راوی صحابی یا تابعی سے کچھ بھول چوک ہو گئی تو کونسی خرابی واقع ہوئی۔

**قول مؤلف** اور قرآن پاک کی ہر آیت قطعی الصحتہ سے یقیناً معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے یہی الفاظ صادر ہوئے ہیں نقل

خراہی ہے نیز عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عصر کا تھا اور حدیث ابو ہریرہ میں جو واقعہ ہے اوس میں محمد بن سیرین تابعی کو شک ہے کہ ابو ہریرہ نے جو بیان کیا یہ واقعہ ظہر کا تھا یا عصر کا تھا مگر اور لوگوں نے جو اس کو روایت کیا ہے تو ادنیٰ روایت میں ظہر کا لفظ بغیر شک کے ہے تو اب یہ دو واقعے ٹھہرے کسی لفظ میں غلطی نہیں ہے اگر فرض کرو کہ حدیث ابو ہریرہ میں شک بھی مانا جاوے تو بھی یہ غلطی نہیں بلکہ شک ہے راوی کو اچھی طرح سے یاد نہیں ہے کہ یہ واقعہ ظہر کا تھا یا عصر کا بہ صورت کوئی لفظ غلط نہیں ہے ہاں بدگمانوں کی بدگمانی کا کوئی علاج نہیں جو بدگمانی کریں وہ تھوڑی ہے خصوصاً بخیری خیال والے۔

حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ ہے کہ یہ واقعہ یا تو ذوالہین یا تثنیٰ امام نووی، شرح مسلم میں فرماتے ہیں قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دوایۃ صلوٰۃ الظهر صلوٰۃ العصر فی سکتین فقام ذوالیہدین فی دوایۃ صلوٰۃ الظهر قال المحققون ہا قضیتان فی حدیث عمران بن الحصین سلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاث رکعات من العصر ثم دخل منزله فقام الیہ دجل یقال لہ الخ یا قال یا رسول اللہ فذکر لہ صنیعہ وخرج غضبان یجرہ اذاعہ فی رواۃ لہ سلم فی ثلاث رکعات من العصر ثم قام فدخل الحجة فقام رجل بسیط الیدین فقال اقصر الصلوۃ وحدیث عمران ہذا قضیۃ ثلاثۃ فی یوم آخر واللہ اعلم **ترجمہ**

ابو ہریرہ کا قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر کی دو رکعتیں پڑھیں ذوالیہدین کھڑے ہوئے اور ایک روایت میں نماز ظہر کی محققین نے کہا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں (یعنی ایک واقعہ عصر کی نماز کا ایک ظہر کی نماز کا) اور حدیث عمران بن حصین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں تین رکعت پڑھیں

علی الکتاب درست ہے مگر جو حدیثیں احاد کی قبیل سے ہیں اور اس سے نہ تو نسخ قرآن مجید درست ہے اور نہ تخصیص عموم آیات فرقان حمید جائز ہے تخصیص بھی ایک قسم کا نسخ ہے الی قولہ قطعی الثبوت کی تخصیص نہیں کی۔

مین کہتا ہوں یہ آپ کا امام ابو حنیفہ رحمہ پر محض بہتان ہے امام ابو حنیفہ رحمہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ خبر احاد سے تخصیص قرآن کی جائز نہیں اگر آپ سچو ہیں تو کسی سند موصول سے امام صاحب سے یہ قاعدہ نقل فرمائے یا کسی معتبر کتاب اصول کا حوالہ دیجئے جس میں امام صاحب کا یہ مذہب لکھا ہو اب ہم بڑے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ انہام ابو حنیفہ کے نزدیک تخصیص قرآن کی خبر واحد سے جائز ہے۔ امام ابن حجاب نے مختصر الاصول اور تحقیق عقد نے اسکی شرح میں فرمایا ہے ان تخصیص عام القرآن بالمتواتر جہاں اتفاقاً واما بالخبر الواحد فقال يجوز لا الائمة الامربعة۔ ترجمہ تخصیص عام قرآن کی حدیث متواتر سے اتفاقاً جائز ہے اور خبر واحد سے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد) کے نزدیک جائز ہے عبارت امام ابن حجاب سے معلوم ہو کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تخصیص عام قرآن کی خبر واحد سے جائز ہے غزالی نے اپنی کتاب محصول میں فرمایا ہے يجوز تخصیص الكتاب بخبر الواحد عندنا وهو قول السانعي وابی حنیفة و مالک وقال قوم لا يجوز اصله۔ ترجمہ تخصیص کتاب کی خبر واحد سے جائز ہے ہمارے نزدیک اور وہی قول امام شافعی اور ابو حنیفہ اور امام مالک کا ہے ایک قوم نے کہا ہے کہ تخصیص قرآن کی سرے سے جائز ہی نہیں ہے امام رازی کی عبارت سے معلوم ہو کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تخصیص قرآن کی خبر واحد سے جائز ہے اور دیکھو جانے دیجئے دیکھئے اگر محمد و انصار و محدث لکھنوی مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے بھی حاشیہ امام الکلام ص ۱۷۷

بالمعنی کا احتمال الی قولہ الا ما اشار اللہ -

**مین کہتا ہوں** حدیث پر تو آپ نے یوں ہاتھ صاف کیا کہ اس میں نقل بالمعنی کا احتمال ہے قرآن میں بھی تو یہ احتمال موجود ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ قرآن سات طرح پر اترتا ہے معنی ایک اور لفظ مراد ہے پھر قرآن کی ایک ہی قرأت میں کیا کچھ اختلاف نہیں ہے - عاظم وکائی و یعقوب نے مالک یوم الدین پڑھا ہے اور باقیوں نے ملک پڑھا ہے دیکھو بیضاوی مطبوعہ نول صفحہ نافع وابن کثیر و ابو عمرو نے وَکَايُحَا وِعُوْنَ باب مفاعلت سے پڑھا ہے باقیوں نے وَکَايُحْدَعُوْنَ بیضاوی صلا نافع وغیرہ نے فَاَزَلَعَا الشَّيْطَانَ پڑھا ہے - اور عمرہ نے فَاَزَلَعَا بِرَبَادَةِ اللَّعْنِ بیضاوی ص ۹۹ ایسے ہی یمنون تعلون یقبل تقبل وغیرہ کا اور بہت سے اختلاف ہیں اور یہ احتمالات صرف ایک قرأت یعنی مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں ہیں دیکھو تفسیر النکان فتح الباری آب کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ حضرت کی زبان مبارک سے یا تو یعلون نکلا ہوگا یا تعلون - از لہما یا از لہما جو جواب اسکا آپ یا آپ کے حواری عطا کریں گے وہی ہم حدیث کے الفاظ کا پیش کریں گے - جو احادیث صحیح ہیں اولیٰ کا اور قرآن کا عمل میں ایک درجہ بلکہ قرآن مجمل ہے اور حدیث مفصل اسکی تفصیل الشارح اللہ تعالیٰ کی بجائیگی فانتظر -

**قول مؤلف** امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث

کے باب میں جو دو ایک اصول مقرر کئے ہیں وہ حقیقت میں آب زر سے کہنے کے قابل ہیں اولیٰ کا ایک اصول یہ ہے کہ جو احادیث قرآن کے کچھ خلاف نہیں وہ علی الراس العین قبول کرنے کے لائق ہیں اور جو حدیثیں محدثوں کو پہنچ چکی ہیں ان سے نسخ قرآن جائز ہے کیونکہ دونوں کا پایہ توازن میں برابر ہے دونوں میں منہ وحی مشہور اور وحی غیر مشہور کا فرق ہے اسی طرح حدیث مشہور سے زیادہ

علی کتاب اللہ یعنی یہ باب ہے اس بارے کا کہ حدیث قرآن پر حاکم ہے اخبونا اسد  
بن موسیٰ ثنایا معاویۃ ثنایا الحسن بن جابر عن المقدم بن معدی کربا لکندی  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم اشیا ً یوم خیبر الحمار وغیرہ ثم  
قال لیو شئت الرجل متکئا علی اسر یکتہ یجد ثبی فیقول بیئنا و بینکم  
کتاب اللہ وما وجدنا فیہ من حلال استحللناہ وما وجدنا فیہ من  
حرام حرمنناہ الا وان ما حرم رسول اللہ فهو مثل ما حرم اللہ۔

ترجمہ مقدم بن معدی کربا لکندی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
خیبر کے دن، اپنے سے چیزوں گدے وغیرہ کو حرام کیا پھر فرمایا قریب ہے کہ  
کوئی آدمی چھ کھٹ پر اپنے ٹیک لگائے میری حدیث بیان کرے گا پھر  
کہے گا ہمارے تمہارے درمیان قرآن ہے جس چیز کو اس میں ہم نے حلال پایا اسکو  
حلال جانیں گے جسکو حرام پایا اسکو حرام جانیں گے یا در کھو جائے گا۔ دل اس  
نے حرام کیا وہ بھی مثل اللہ کے حرام ٹھہراے ہوئے کے ہے۔ اس حدیث  
سے معلوم ہوا کہ وجوب اتباع میں قرآن و حدیث کا ایک ہی درجہ ہے  
اوی صفحہ ۱۱۱ ہے اخبونا محمد بن عیینہ عن ابی اسحاق الفزازی عن ابی ذر  
بن عیینہ بن ابی کنان قال السنة فاضلة علی القرآن و لیس القرآن بقائم  
علی السنة۔ ترجمہ یحییٰ بن ابی کثیر (جو ایک امام ہیں) اونسے روایت ہے  
کہ حدیث حاکم ہے قرآن پر اور قرآن نہیں حاکم ہے حدیث پر۔ یہی ہے ابی  
کثیر (تالیفی) کے قول سے معلوم ہوا کہ حدیث حاکم ہے قرآن پر اسکیوداعی نے  
بھی اختیار کر کے اسکا باب معین کیا ہے نیز سنن دارمی کے صفحہ ۷۷ میں ہے  
من حسان قال کان جبریل ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
بالسنة کما ینزل علیہ بالقران۔ ترجمہ۔ حسان سے روایت

میں امام ابو حنیفہ کا یوں مذہب نقل کیا ہے ذکر ابن الحاجب فی مختصر الاصول  
والعصدي فی شرحان تخصیص عام القرآن بالمتواتر جائز اتفاقاً واما بالخبر  
الواحد فقال بجلالة الائمة الکامله ترجمہ ابن حاجب نے مختصر الاصول  
میں اور عصدي نے اوسکی شرح میں ذکر کیا ہے کہ تخصیص عام قرآن کی حدیث متواتر  
سے اتفاقاً جائز ہے اور خبر واحد سے ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے الحمد للہ کہ  
آپ کے مجدد العصر حدیث لکھنوی کی عبارت نقل کردہ سے ثابت ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ  
کے نزدیک تخصیص قرآن کی خبر واحد سے جائز ہے اب آپ ہی اپنے منہب سے فرما کر  
کہ آپ نے امام ابو حنیفہ پر بہتان لگایا ہے یا نہیں۔ حضرات ناظرین دیکھئے  
جس شخص کو اپنے امام پر جھوٹ بولنے میں کچھ باک نہ ہو وہ دوسرے کو کیا  
کچھ بہتان نہ لگائیگا۔

**قول مؤلف** بعض لوگ کہہ اڑتے ہیں کہ یہ مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہے  
تو کیا آنحضرت نے قرآن کے خلاف کیا ہے الی قولہ آمین بالسر نہایت ہی  
قوی دلیلوں سے ثابت ہے۔

یہ کہتا ہوں بعض لوگوں کا یہ قول نہیں ہے بلکہ ائمہ سلف کا یہی قول  
ہے کہ حدیث وجوب اتباع میں قرآن مجید سے سبقت رکھتی ہے نہ اس وجہ سے  
کہ رتبہ حضرت صلعم کا اللہ کے رتبہ سے بڑا ہے اور نہ اسلئے کہ پاکہ ثبوت حدیث  
کا قرآن سے اعلیٰ ہے بلکہ اسوجہ سے کہ قرآن میں ابہام و اجمال ہے اور حدیث  
اوسکی مفسر و مبین۔ اسی باعث سے ائمہ سلف نے کہا ہے السنۃ قاضیۃ علی  
کتاب اللہ یعنی سنت حکم کرنے والی ہے قرآن پر اور ائمہ سلف نے یہ بھی فرمایا  
ہے کہ اجمال قرآن سے جو سنت صحیحہ کو رد کرے وہ مبتدع خارج اہل سنت  
جما ہے۔ سنن دارمی مطبوعہ مطبع نظامی ص ۶ میں ہے باب السنۃ قاضیۃ

امام نے اس کو سخت ڈانٹا اور کہا اگر حدیث نہ ہوتی تو کوئی ہمارا قرآن کو نہ سمجھتا  
 پھر اوس آدمی سے کہا تو بندہ کے گوشت میں کیا کہتا ہے اوسکی دلیل قرآن میں  
 کہاں ہے پس وہ آدمی لاجواب ہو گیا امام ابوحنیفہ رحمہ کے قول سے ثابت ہوا  
 کہ قرآن کا مجتہد حدیث پر موقوف ہو کر حدیث نہ ہو تو قرآن سمجھنا ناممکن ہے اور امام شافعیؒ  
 اپنی کتاب منہج میں فرماتے ہیں قد اجتمعت الامة على ان السنة قاضية  
 على الكتاب وليس الكتاب بفاض على السنة ترجمہ - امت کا اجماع اس پر  
 ہے کہ حدیث حاکم قرآن پر ہے اور قرآن حاکم حدیث پر نہیں ہے۔ امام  
 شافعیؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اجماع امت کا اس پر ہے کہ سنت حاکم  
 قرآن پر ہے۔ حافظ ابن قیمؒ کی کتاب زاد المعاد و اعلام الموقعین سے  
 آجے احتجاج کیا ہے اعلام الموقعین میں امام احمدؒ سے نقل کرتے ہیں۔ ذکر احمدؒ  
 الاحتجاج على ابطال قول من عارض السنن بظاهر القرآن وروها بذلك  
 وهذا فعل الذين يستمسكون بالمتناب في سرد المحكم الى ان نقل منها  
 سرد هم السنة في مسئلة الفاتحة والجهر بآمين۔ ترجمہ امام  
 احمدؒ نے حجت پکڑنے کو ذکر کیا ہے اون لوگوں کے قول کے باطل ٹھہرانے  
 میں جو ظاہر قرآن سے احادیث کا مقابلہ کرتے ہیں اور اونکو رد کرتے ہیں یہہ  
 فعل اون لوگوں کا ہے جو متشابہ سے رد حکم میں جھگڑا کرتے ہیں یہاں تک ابن  
 قیمؒ نے نقل کیا بعض شالون سے یہ ہے کہ انہوں نے احادیث مسئلہ قرآۃ  
 فاتحہ اور جہر بآمین کو ظاہر قرآن سے رد کر دیا ہے۔ ان تمام اقوال سے  
 معلوم ہوا کہ سلف صالحین وائمہ محدثین کا یہی قرار دیا تھا کہ سنت حاکم ہے  
 قرآن پر احادیث کے مقابلہ میں جو شخص محل قرآن کو پیش کرے وہ مخالف  
 سلف ہے اور سلف میں امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں المختصر سب سے دلیل قوی حدیث

ہے کہانی صلعم پر جبریل سنت لیکر اس طرح نازل ہوتے تھے جیسے قرآن نازل ہوتا تھا۔ اس اثر سے علوم ہو کر سنت بھی مثل قرآن کے بنیں گی اور داری میں ہے عن سعید بن جبیر انہ حدثنا یوماجدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رجل فی کتاب اللہ ما یخالف ہذا قال لا اسرانی احد تک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تقدی بہ بکتاہ اللہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم بکتاہ اللہ منہ ثم حمیم سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک دن حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ایک آدمی نے کہا کہ قرآن میں ۲۰ خلاف ہے (یعنی یہ مخالف قرآن کے ہے) جیسے آج کل کے لوگ کہتے ہیں۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ میں تو تجھ کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن زیادہ جاننے والے تھے۔ دیکھو سعید بن جبیر جو جلیل القدر تابعی اور امام اپنے زمانہ کے تھے انھوں نے وہی بات کہی جو آج کل کے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلعم قرآن زیادہ سمجھتے تھے کیا انھوں نے قرآن کے خلاف فرمایا ہے کہیں نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اب کیا فرمائے گا اور سنئے امام شمرانی نے میز ان کبریٰ میں امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے انہ دخل علیہ من رجل من اهل الکوفة و احدثہ یقرأ عنہ فقال الرجل دعونا عن ہذا الا ما حدیث فرجہ الامام اشدد النجم قال له لولا السند ما فہم احدنا القرآن ثم قال للرجل ما تقول فی لحم القد و ابن دلیہ من القرآن فاغمم الرجل ثم حمیم۔ امام ابو حنیفہ رحمہ پر ایک آدمی اہل کوفہ کا داخل ہوا اور حدیث آپ پر پڑھی جاتی تھی اوس آدمی نے کہا ہکو ان احادیث سے محاف رکھو



و مکہ معظمہ کے کتب خانوں کو صحیح ابن خزیمہ کے تلاش میں چنانچہ الاکبیرین اسکا  
پتہ نہ پایا۔ بڑے بڑے محدثین سابقین کو دیکھنا اسکا نصیب نہیں ہوا حافظ  
ابن حجر نے ایک راجح صحیح ابن خزیمہ کا دیکھا ہے تاہم یہ منصفین خیال فرما دیں کہ  
جھوٹے و غلط حوالہ دینے میں نبوی صاحب کیسے مشاق ہیں اصل امر یہ ہے کہ  
صحیح ابن خزیمہ میں یہ روایت نہیں ہے بلکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں  
اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں اس روایت کو بخوالہ ابن مردویہ کے  
نقل کیا ہے تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۵۵ میں ہے دروی ابن  
مردویہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
قال آمین خاتم سرب العالمین علی عبادہ المومنین وعن انس قال  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت آمین فی الصلوۃ وعند  
الدعاء لعل یعطہ احد قبلی الا ان ینکون موسیٰ کاں موسیٰ یدعو وھرون  
یومن قاحتموا الدعاء بآمین فان اللہ یتجیبہ لکم۔ ترجمہ ابن مرد  
نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین مہر ہے  
رب العالمین کی طرف سے اس کے بندے مومنوں پر اور انس سے روایت  
کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نماز میں اور دعا کے وقت آمین  
کو دیا گیا ہوں کوئی میرے پہلے نہیں دیا گیا مگر یہ کہ موسیٰ ہوں موسیٰ دعا  
کرتے تھے اور ہارون آمین کہتے تھے پس تم لوگ دعا کو آمین پر ختم کیا کرو  
اللہ اس دعا کو تمہارے لئے قبول کرے گا۔ حافظ ابن کثیر کی عبارت سے  
معلوم ہوا کہ روایت انس کو ابن مردویہ نے روایت کیا ہے نہ ابن خزیمہ  
نے فتح الباری مطبوعہ مصر جلد دوم کے صفحہ ۲۱۸ میں ہے ومنہم من  
اول قوله اذ امن الامام فقال معناه دعاء قال وتسمیۃ الدعاء

ہے حدیث کے ہوتے کسی امت کی قول و فعل کو نہ دیکھنا چاہئے آمین بالجہ کے باجین  
احادیث کو ملاحظہ کرنا چاہئے۔

**قول مؤلف** - آمین کے سنی وغیرہ کی تحقیق آمین ہاں بدر وزن  
تا میں الخ۔

**میں کہتا ہوں** جو کچھ نیموی صاحب نے لفظ آمین و اس کے معنی کی نسبت  
لکھا ہے اس میں کلام اس قدر ہے کہ جو معنی آپ نے نقل کئے ہیں تمہور کے  
نزدیک ہی ہیں ہاں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آمین اسماء الہی سے ہے سند کے  
اعتبار سے ہی بات قوی معلوم ہوتی ہے بال فعل بعض حوالہ جو آپ نے نسبت غیر  
مطبوعہ نادرہ کے دیئے ہیں اس کی نسبت کچھ گزارش کیا جاتا رہے۔  
**قول مؤلف** امام ثعلبی نے کہا الخ

**میں کہتا ہوں** نیموی صاحب نے کسی کتاب کا حوالہ دیا کہ ثعلبی نے اس  
کتاب میں کہا ہے ظاہر آپ کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ثعلبی کی تفسیر  
یا اس کی کسی کتاب سے آپ نقل کرتے ہیں حالانکہ تفسیر ثعلبی کی بہت ہی عزیز اور  
ہے چنانچہ نیموی صاحب نے ہی چالاکانہ فرمائی ہے کہ اصل کتاب جس سے آپ عبارت نقل  
کرتے ہیں اس کا حوالہ نہیں دیتے۔

**قول مؤلف** صحیح ابن خزیمہ میں بروایت انس مرفوعاً مروی ہے اعطانی  
النامین ولم يعطه احد امن النبیین قبلہ الا ان یکون الله قد اعطاه هرون  
یدعو موسیٰ زیو من هرون +

**میں کہتا ہوں** یہاں پر بھی مؤلف نے حوالہ نہ دیا کہ یہ عبارت ابن خزیمہ  
کی آپ نے کسے واسطے سے نقل کی ہے اصل مائل اس کا کون ہے کیونکہ صحیح ابن  
خزیمہ کا نسخہ ہند تو کیا عرب میں بھی نہیں ہے خاکسار نے مدینہ منورہ کو کتب خانہ

امین کہنے کی فضیلت میں بھلا کسکو انکار ہے اب جو کہہ آپ صفحہ ۱۲ میں درخشاں فرماتے ہیں اوسکا جواب دیا جاتا ہے۔

**قول مؤلف**۔ آیت قرآن سے اخفائے آمین کا ثبوت۔

میں کہتا ہوں پیش کیجئے جواب لیجئے۔

**قول مؤلف**۔ میں اوپر ثابت کر چکا کہ آمین دعا ہے اور دعا کے اخفائے حکم قرآن پاک سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ سورہ اسراء میں ہے ادعوا سر بکم تضرعاً وخفیۃً یعنی تضرع اور اخفائے ساتھ اپنے رب سے دعا مانگو الیٰ تو کہ اس میں قویٰ کے جواب میں بعض حضرات نے تو انصاف کو بالکل بالائے طاقت رکھ کر یہ کہا ہے کہ میں آمین کا دعا ہونا تسلیم نہیں کرتا بخاری شریف میں جو عطا کا قول جو وہ حجت نہیں۔

میں کہتا ہوں یہ آیت آپ کے مدعا پر ہرگز دال نہیں ہے بلکہ اس سے تو اہل حدیث کا مطلب ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن میں وہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تفسیر میں یوں فرماتے ہیں ادعوا سر بکم تضرعاً علانیۃً وخفیۃً سراً وبقال تضرعاً سکتینا وخفیۃً ای خوفاً ترجمہ پکارو اپنے رب کو جہر سے اور پوشیدہ اور کہا جاتا ہے کہ تضرعاً کے معنی عاجزی کے ہیں اور خفیۃً کے معنی خوف کے ہیں۔ تفسیر عباسی کا احمد علی صاحب محدث حنفی نے قرآن کے حاشیہ پر چڑایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دونوں طرح سے پکارو زور سے بھی اور آہستہ بھی نیز خفیۃً کو خفیۃً بھی پڑایا ہے یعنی اللہ کو عاجزی اور خوف سے پکارو۔

حسب تفسیر عبد اللہ بن عباس مفسر قرآن اس آیت سے تاہید اہل حدیث کی نکلتی ہے نہ مقلدین کی اگر مان بھی لیں کہ اس آیت سے دعا کا آہستہ

موثنا سائفة لان المؤمن یسی داعیاً لما یحی فی قومه تعالیٰ قد اجبیت  
 دعوتکما کان موسیٰ داعیاً وهرهت موثنا کما سرد لا ابن مردویه من  
 حدیث انس و تعقب بعدہ ملازمۃ فلا یلتزم من تشبیہ من جماعیاً  
 مکسہ قالہ ابن عبدالبر علی ان الحدیث فی الاصل لا یصح ووصوفی طلاق  
 کون ہماروں داعیاً اٹھا ہوا غلیب ترجمہ بعض نے قول مسعودی اذاتھا  
 الامام کی تاویل کی ہے اور کہتے کہ معنی اسکے دعا کے ہیں اور کہا دعا مانگنے  
 والے کو آمین کہنے والا کہنا جائز ہے کیونکہ آمین کہنے والا ایک دعا کی دعا ہے  
 کے قول (بیشک قبول کی گئی دعا تمہاری) میں کہا کہ یہ ہے موسیٰ دعا کرنے والے  
 نسخے اور بارون آمین کہنے والے جیسا کہ ابن مردویه نے حدیث انس سے روایت  
 کیا ہے اس قائل کا تعقب کیا گیا ہے کہ ہم ملازمت کو تسلیم نہیں کر سکتے  
 آمین کہنے والے کا داعی نام کہنے سے اسکا عکس لازم نہیں آتا۔ سکون عبد البر  
 نے کہا ہے علاوہ اسکے یہ ہے کہ یہ حدیث اصل میں صحیح نہیں ہے اگر صحیح ہی مانی  
 جاوے تو بارون پر جو داعی کا اطلاق کیا گیا ہے تو یہ اطلاق غلیب ہے۔  
 حافظ ابن حجر کی عبارت سے چند امر معلوم ہوئے اول یہ کہ روایت انس  
 کو ابن مردویه نے روایت کیا ہے نہ ابن خزیمہ نے دویم یہ کہ روایت  
 صحیح نہیں ہے سوم اگر ابن خزیمہ کی روایت ہوتی تو حافظ ابن حجر نے فرماتے  
 کہ اصل میں یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اسے حضرات ناظرین آپ یقین کیجئے کہ  
 نیموی صاحب نے جو کتب قدیمہ کے حوالے دیئے ہیں اولاً ہی حال ہے۔  
 انشاء اللہ تعالیٰ جا بجا انکے حوالوں پر بحث کی جاوے گی کہ اب یہ رسالہ  
 حیل المتین لائق اعتبار کے کیسے رہا و باللہ التوفیق۔ صفحہ ۱۸۱ لکھا  
 میں نوالت حیل نے آمین کہنے کی فضیلت میں چند روایات نقل کی ہیں

دیکھو لبیک لبیک اللہم لبیک اسکے معنی بھی دعا کے ہیں جتنے حنفی صاحب حج کو شریف لے جاتے ہیں اسکو پکار کر پڑھتے ہیں نیز اہل اہل الصراط المستقیم سے آخر تک گویا نصف سورہ فاتحہ کے معنی دعا کے ہیں اسکو بھی نماز جہری میں جتنے حنفی امام ہوتے ہیں سب ہی پکار کر پڑھتے ہیں نیز اور بیسویں دعائیں ہیں جنکو حضرات حنفیہ پھر سے پڑھتے ہیں اور مقتدی آمین آمین پکارتے ہیں جس قاعدہ سے آپانا دعا و نگو خاص کر گئے اسی قاعدہ سے ہم بھی آمین کو خاص کر لیں گے اور آمین کی احادیث کی نسبت جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اسکا جواب احادیث آمین میں دیا جاگا اور آمین بالجہر کا دوام حضرت صلعم سے ثابت کیا جائے گا فانظر قول مؤلف احادیث صحیحہ سے اخفاء آمین کا ثبوت۔

**میں کہتا ہوں** ظاہر کلام مؤلف سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین آہستہ کہنے میں مؤلف نے بہت سے احادیث صحیحہ لکھی ہیں حالانکہ ایک حدیث صحیحہ بھی ایسی نہیں ہے جس سے آمین کا آہستہ کہنا نکلتا ہو۔

**قول مؤلف** ایک حدیث صحیحہ تو یہ ہے کہ صحیح مسلم میں امین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو تعلیم کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تم لوگ امام پر سبقت نہ کیا کرو جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب ولا الصلاہین کہے تو تم آمین کہو اور جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب سمع اللہ لمن حمد لا کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ اس حدیث سے اخفاء آمین امام اس طرح نکلتا ہے کہ آنحضرت نے چند چیزوں کے نام لئے اور ارشاد فرمایا کہ جب امام یہ کرے تو تم یہ کرو تمکو امام پر سبقت کرنا نہیں چاہئے پس اگر امام کے لئے آمین بالجہر مشروع ہوتی تو سیاق عبارت مقتضی ہو کہ آنحضرت نے یوں کہا ہوتا کہ جب امام آمین کہو تو تم آمین کہو جیسا کہ

پڑھنا لازم آتا ہے گویا آپ کا مطلب یہ ٹھہرا کہ آمین کے معنی دعا کے ہن ار  
ہر دعا کو پوشیدہ پڑھنا چاہئے تو نتیجہ یہ ہوا کہ آمین کو بھی پوشیدہ پڑھنا  
چاہئے۔

مین کہتا ہوں اول تو ہم صغریٰ دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے آمین کے  
لغوی معنی دعا کے ہوں مگر شارع نے یہ معنی مرا نہیں لئے جیسے صلوٰۃ کے لغوی  
معنی دعا کے ہیں مگر شارع نے صلوٰۃ کے دوسرے معنی لئے ہیں اسطرح سے  
شارع نے آمین کو ختم دعا یعنی مہر دعا کی قرار دیا ہے اور یہ بات آپ کو بھی تسلیم  
ہے آپ نے شروع صفحہ ۲ اسی رسالہ قبل المتین میں فرمایا ہے الحمد لله  
الذی جعل لنا آمین طابعا للدها یعنی جمیع حمدائد کو ہے جسے آمین کو مہر  
دعا کی ٹھہرایا نیز صتامین ہے بعض حدیثوں میں آمین خاتم رب العالمین  
ایا ہے جس سے آمین کا مہر الہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مصلی  
علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لئے جاتے تھے رستہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ  
بالجاء دعا مانگ رہا ہے آپ نے فرمایا اگر اس شخص نے  
یہ دعا آمین پر ختم کی تو واجب ہی کر لی تیرا آپ نے اس حدیث ابو داؤد کو  
جس سے آمین کا ختم ہونا ثابت ہے ص ۲۷ میں مع ترجمہ کے نقل کیا ہے آپ کو  
قول سے معلوم ہوا کہ آمین مہر دعا ہے نہ دعا ظاہر ہے کہ جس شئی پر مہر پڑتی  
ہے وہ اور ہوتی ہے اور مہر شئی دوسری ورنہ لازم آئے گا اتحاد ختم اور ختم  
کا وہو ممنوع یعنی یہ منع ہے جبکہ آمین کا مہر دعا کا ہونا ثابت ہو تو تقریب  
تام نہ ٹھہری ماحصل کلام و خلاصہ مرام یہ ہے کہ آمین کا دعا ہونا ثابت نہ ہوا  
جس سے ابطال صغریٰ کا بخوبی ہوا اور اگر صغریٰ آپ کے دعویٰ کا تسلیم بھی کیا جائے  
یعنی آمین دعا ہے تو بھی کلیت کبریٰ کی تسلیم نہیں ہے یعنی ہر دعا کا آہستہ پڑھنا

فرمایا ہے (چونکہ آپ آہستہ آمین کہا کرتے تھے) اس آئیکے کلام سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ آپ کا آہستہ آمین کہنا دوسری روایت سے ثابت ہے کیونکہ اگر اس روایت  
 سے حضرت صلعم کا آہستہ آمین کہنا بچکنا تو آپ یوں کہتے اس حدیث سے ثابت  
 ہوتا ہے کہ آپ آمین آہستہ کہا کرتے تھے راہیہ امر کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ جب  
 امام دلا الضالین کہے تو تم آمین کہو یہی وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ ارشاد حضرت صلعم کا دور کے  
 لوگوں کے لئے ہے کیونکہ بنسبت قرأت کے بعض اوقات میں آمین کی آواز حضرت صلعم  
 کی پست ہوتی تھی تو دور کے لوگوں کے لئے حکم ہو کہ جب تم دلا الضالین کو سنو تو تم آمین  
 کہو یا کہ امام اس وقت آمین کہتا ہے جیسا کہ روایت ابو داؤد و نسائی میں موجود ہے  
 اور نسائی کی روایت کو آپ نے بھی نقل کیا ہے حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری  
 میں فرماتے ہیں قیل کہ لا ولن قرب من الامام والثنائی لمن تباعد عنه لان  
 جهر الامام بالتأمين اخفض من جهره بالقرآن فقد سمع قراته من لا  
 يسمع تأمينه فمن سمع تأمينه امن معه والا فلو من اذا سمع يقول ولا الضالين  
 لا لا وقت تأمينه مطلب اس عبارت کا وہی ہے جسکو ہم نے اوپر لکھا ہے۔  
 دوسری وجہ یہ ہے کہ آمین کہنے میں معیت امام کی ہذا ضرور ہے اسبواسطے آپ نے  
 اپنے رسالے کے ص ۳۷ میں حدیث اذا امن الامام فامنوا کی تاویل نووی وغیرہ کے  
 اذا اراد التامين سے نقل کی ہے۔ ظاہر ہے کہ امام دلا الضالین کے بعد آمین  
 کہتا ہے اسلئے حضرت صلعم نے مقتدیوں کو بھی نصیحت کیا کہ تم بھی جب دلا الضالین  
 امام سنو تو آمین کہو تاکہ تمہاری آمین امام کی آمین کے موافق ہو۔ اس حدیث  
 سے تائین باسر کو کچھ علاقہ نہیں ہے ہاں آمین بالجہر کا حکم اس سے ثابت ہے اور  
 لفظ قولوا اسلئے حضرت م نے فرمایا تاکہ موافقت امام کی قول میں ہو اور امام کا  
 آمین بالجہر کہنا بہت سی احادیث سے ثابت ہے مکمل مستحی وجہ تیسری یہ دراصل

سکبرہ وغیرہ میں فرمایا چونکہ آپ آہستہ آہستہ آئین کہا کرتے تھے اور امام کو آہستہ کہنا چاہئے لہذا آپ نے یوں فرمایا کہ جب امام نکلا الخصالین کہے تو تم آئین کہو کیونکہ دوسری حدیثوں میں آگیا ہے کہ آئین کہنے میں ثواب بہت ہو چنانچہ نسائی میں ہے الی قولہ اگرچہ تمکو بوجہ ترک جہر معلوم نہ ہو۔

**میں کہتا ہوں** جس حدیث صحیح مسلم کو آپ نے نقل کیا ہے اسکا تو ثمانین بالجہر ثابت ہے کیونکہ اس میں لفظ فتقلو آئین کا ہے جو دلالت جہر پر کرتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ہے۔ باقی یہ آپ کا فرمانا کہ سیاق عبارت مقتضی ہو کہ آنحضرت نے یوں کہا ہوتا کہ جب امام آئین کہے تو تم آئین کہو جس صفحہ صحیح مسلم یعنی صفحہ ۳۱۲ آپ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اس کے پہلے صفحہ یعنی صفحہ ۳۱۱ میں حدیث باسن لفظ ہو دوسرے میں ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اذا من الامام فامنوا فانہ من رافق تائبہ تا میں الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔

ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب امام آئین کہے تو تم لوگ آئین کہو کیونکہ جیسا کہ آئین کہنا فرشتوں کو آئین کہنے کے موافق ہوتا ہے نواز سکوا گھوگناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ روایت بخاری میں بھی موجود ہے اور آپ نے بھی اسکو اپنے رسالہ کے صفحہ ۳۱۲ میں نقل کیا ہے مگر بوجہ کمی حافظہ کے یہ روایت یہاں یاد نہ آئی یا بیان بوجہ کہ آپ نے اسکا خیال نہ کیا۔ حدیث صحیح بخاری و مسلم سے معلوم ہوا کہ حضرت نے یہ معاف فرمایا ہے کہ جب امام آئین کہو تب تم آئین کہو۔ اب آپ کے کلام سے ہی آئین کا جہر سے کہنا حضرت م کا ثابت ہو گیا اور آپ نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ اس حدیث سے آئین کا آہستہ کہنا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ آپ نے



میں کہتا ہوں یہ لن تر اتیان رہنے دیجے مثل مشہور ہے دروغ گور امانظ  
 ثابت رہا آپ نے خود صفحہ ۱۵ میں اس رسالے کے حدیث ابن ماجہ کی نقل کی ہے  
 فیہ تجر بہا المسجد یعنی آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی اگر مقتدی آمین بالجہر  
 نہیں کہتے تھے تو کیا تنہا حضرت صلعم کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی نیز آپ نے اسی  
 رسالہ کے ص ۶۶ میں سنن کبریٰ بیہقی سے بواسطہ عطا نقل کیا ہے کہ دو صحابہ نے  
 مسجد الحرام میں آمین بالجہر کہی کیا یہ صحابہ حضرت صلعم کے مقتدی نہ تھے انھوں نے  
 حضرت صلعم کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی وہ لوگ یوں ہی آمین بالجہر کہتے تھے اور بن  
 صحابہ کو آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا فقولی آمین وہ مقتدی آپ کے نہ تھے خدا  
 جانے آپ کیوں ایسی باتیں لکھتے ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن زہیر وادعے مقتدی کا  
 آمین بالجہر کہنا منقول ہے ایسے ہی اور صحابہ سے بھی ہے آمین بالجہر کا کہنا تو دوسرے  
 صحابہ سے منقول ہے آپ دو چار ہی صحابہ سے بسند صحیح آمین کا آہستہ کہنا نقل  
 کر دیجئے اب میں کل حقیقوں کو خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں باؤار  
 بلند پکار کر کہتا ہوں کہ دو صحابہ سے ہی آمین کا آہستہ کہنا کسی روایت صحیحہ سے  
 ثابت کر دین الحمد للہ کہ پہلی حدیث مولف کا جواب ختم ہوا۔

**قول مولف** دوسری حدیث صحیح یہ ہے کہ ابو داؤد میں ہے حدثنا  
 مسدد بن ثابت بن ناسعید ناقتادۃ عن الحسن ان سمرۃ بن جندب  
 وعمران بن حصین تذاکرا فحدث سمرۃ بن جندب انہ حفظ عن رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتین سکتاذا کبر وسکتا اذا فرغ من  
 قرأۃ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فحفظ ذلک سمرۃ وانکر علیہ  
 عمران بن حصین فکتبا فی ذلک الی ابی بن کعب نکان فی کتابہ الیہما اوفی  
 سر ولا علیہما ان سمرۃ قد حفظ۔ یہ حدیث صحیح ہے ابو داؤد کے علاوہ

خجہہ رسوں اللہ صمد کسب شد تعالیٰ نے حضرت م کو معلوم فرادیا تھا کہ آپ کی امت کے پیشہ بھی امام بنوئے جو آئین بالکل نہ چھینکے یا آہستہ کہیں گے اس لئے حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ دلائل الامام ہے تو ہم آئین کہو خواہ امام آئین کہے یا نہ کہے آن وجہ خلافت اس حدیث کے معنی معلوم ہو گئے، راہین بالسر اس حدیث سے کسی طرح سے ثابت نہوا وقد الحمد۔

**قول مؤلف** میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے مقتدیوں کے لئے بھی آئین بالسر نکلتی ہے کیونکہ جب امام کے لئے انفا ثابت ہوا تو کمال اتباع امام اسی وقت ہوتا ہے کہ مقتدی بھی آہستہ کہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ اور پیرین ہرچہ امام زور سے کہتے ہیں مگر مقتدی آہستہ کہیں۔

**میں کہتا ہوں** یہ بنا۔ نہ سدا علی الفاسد ہے امام کے لئے ہنوز آپ نے آئین کا آہستہ پڑھنا ثابت نہیں کیا جو اوپر یہ تفریق آپ کی صحیح ہو بلکہ بہت احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت صلعم آئین بالجہر کہتے تھے تو کمال اتباع اس میں ہے کہ مقتدی بھی آئین بالجہر کہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضرت م نے زور سے کہنے کا حکم دیا ہو جیسا کہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے نقولوا آمین یعنی تم زور سے آمین کہو یہ فرمانا آپ کا بالکل خلاف واقع ہے کہ حضرت م نے مقتدیوں کو حکم نہیں دیا کہ وہ آمین بالجہر کہیں۔

**قول مؤلف**۔ چونکہ اس طرف اکثر لوگوں کا خیال نہیں ہم ناظرین کو کابل طور پر ادھر متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور باور بلند پھر کہتے ہیں کہ زمانہ نبوی میں مقتدیوں کا آئین بالجہر کہنا بزرگ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں صحاح ستہ سے لیکر ہشتی کتب احادیث و سانیہ و معاجم و مصنفات ہوئے ہیں او کوٹو ہوٹو ہو الو انشاء اللہ تعالیٰ کسی میں نہ پاؤ گے الی قولہ فافہم فافاہ من الفقہ فی الدین۔

کہ نثار وغیرہ کے لئے تمھارا دوسرا سکتہ تو اس سے نکلتا ہے کہ آپ آمین آگے  
کہتے تھے جس سے سکتہ کی صورت پیدا ہو جاتی تھی الخ۔

مین کہتا ہوں جواب اسکا دو وجہ سے ہے اول یہ کہ پہلا  
سکتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو بیگناہ بعد تکبیر تیسری کے تھا رہا دوسرا سکتہ  
سورہ بعد فراغ کل قرآنہ کے تھا نہ بعد غیمہ المفسوب علیہم ولا الفضالین کے  
یہ جواب نے روایت ابو داؤد کی نقل کی ہے اس میں فتادہ کو دویم ہوا ہے  
پہلو فتادہ بھی کہتے تھے کہ دوسرا سکتہ بعد فراغ قرآنہ کے ہے پھر آخر میں فتادہ نے  
یہ کہا کہ بعد ولا الفضالین کے ابو داؤد و طبوعہ مطبع قادری صلا میں ہے حدیثنا  
یعقوب بن ابراہیم نا اسمعیل عن یونس عن الحسن قال قال سرہ حقیقت  
سکتین فی الصلوۃ سکتۃ اذ الکبر اکامام حتی یقرأ وسکتۃ اذ افرغ من  
فاتحۃ الکتاب وسورۃ عند الکرع قال فانکر ذاک علیہ عمران بن  
حصیل قال فکتبتوا فی ذلک الی المدینۃ الی الی فصدق سرہ قال  
ابو داؤد وکنز اقال حمید فی هذا الحدیث وسکتۃ اذ افرغ من القرآۃ  
ترجمہ سرہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکتہ نماز میں یا دو کہے ہیں ایک  
سکتہ جب امام تکبیر کہے یہاں تک کہ قرأت کرے دوسرا سکتہ جب سورہ فاتحہ  
اور سورہ سے فارغ ہو وقت رکوع جائے عمران بن حصیل نے اسکا انکار کیا  
تو دونوں نے اُبی کی طرف مدینہ میں یہ ماجرا لکھ بھیجا اُبی نے سرہ کی تصدیق کی  
ابو داؤد نے کہا حمید نے بھی اس حدیث میں ایسا ہی کہا ہے یعنی دوسرا سکتہ  
جب قرآنہ سے فارغ ہوا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یونس اور حمید نے جو سن  
سے روایت کیا ہے تو یہی روایت کیا ہے کہ دوسرا سکتہ بعد قرآنہ فاتحہ و سورہ  
کے ہے نیز ابو داؤد کے اسی صفحہ میں ہے حدیثنا ابو بکر بن خلاد نا خا

۱ اور محدثین نے بھی بتنا کر بعض کلمات اسکو روایت کیا ہے ابو داؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور جس حدیث پر وہ سکوت کرتے ہیں وہ انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور وہ نے بھی اسکو صحیح کہا ہے -

میں کہتا ہوں کسی کتاب اصول حدیث میں نہیں ہے کہ جسر ابو داؤد سکوت کریں وہ حدیث انکے نزدیک صحیح ہے یہ آپکا ابو داؤد پر محض افترا ہے اور آپ افترا میں بڑے مشاق ہیں اب اپنے قول کا جواب سنئے اولاً تو اس حدیث کو آمین بالجہ یا باسر سے کوئی علاقہ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اسکی بحث آئیگی ثانیاً یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی یزید بن جوع ضعیف ہیں دیکھو تقریب و تہذیب وغیرہ دوسرے راوی قتادہ بن ملس ہیں خلاصہ مطبوعہ مصر ص ۳۱ میں ہے قتادہ بن دعامة السدوسی ابو الخطاب البصری الا کہ احد الائمة الاعلام <sup>فظ</sup> مدلس یعنی قتادہ مدلس ہیں اور قاعدہ اصول کا ہے کہ مدلس کی روایت جوع سے ہو وہ قابل تحت نہیں ہوتی لہذا یہ روایت ساقط الاتحاج ٹھہری - تیسرے راوی حسن ہیں اور وہ کثیر الارسال ہیں اور آپکو نزدیک کثیر الارسال کی روایت ضعیف ہے دیکھو رسالہ جبل التین ص ۶ جبکہ یہ روایت ضعیف ٹھہری تو استدلال کرنا اس سے ساقط ہوا۔

ن قول مؤلف - معنی یہ ہیں کہ سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین دونوں نے مذکرہ حدیث کیا سمرہ نے کہا کہ مجھکو آنحضرت صلعم سے دوسکتے یا دہین ایک سکتے تو بعد تحریر اور دوسرا سکتے جب آپ غیر المغضوب علیہم فلا الضالین پڑھ چکے تھے اسپر عمران نے کچھ انکار کیا دونوں نے ابی بن کعب کو لکھ بھیجا انھوں نے سمرہ کی موافقت کی پہلا سکتے تو ظاہر ہے

روایت کیا تو پہلے ایسے ہی روایت کیا جیسے حسن کے اور شاگردوں نے  
 روایت کیا مگر پھر یوں کہا کہ دوسرا سکتہ بعد ولا الفالین کے ہے جس سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتادہ کا دہم ہے اور یہ روایت فتادہ کی شاخ و مردود  
 ہے۔ ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی ص ۳۵ میں ہے قال ابو عیسیٰ حدیث  
 سمعنا حدیث حسن وهو قول غیر واحد من اهل العلم يستحبون  
 للامام ان یسکت بعد ما یفتتح الصلوة بعد الفراغ من القراءة وبعده  
 یقول احمد واسحاق واصحابنا۔ ترجمہ حدیث سرہ کی حسن ہے  
 اور یہ قول بہت سے اہل علم کا ہے امام کے لئے مستحب جانتے ہیں کہ بعد  
 شروع کرنے کے سکوت کرے اور قراءۃ سے فارغ ہونے کے بعد آئیکے قائل  
 ہیں احمد اور اسحاق اور ہمارے ساتھی۔ عبارت ترمذی سے بھی معلوم ہوا کہ  
 دوسرا سکتہ بعد قراءۃ کے ہے وجہ دوم اگر مان بھی لین کہ دوسرا  
 سکتہ بعد غیر المغضوب علیہم ولا الفالین کے تھا تو اس سے کیسے معلوم  
 ہوا کہ حضرت صلعم آمین آہستہ کہتے تھے کیونکہ احتمال ہے کہ بعد ولا الفالین  
 کے آمین کہہ کر آپ سکتہ فرماتے ہوں اس لئے کہ مقتدی لوگ اپنی قراءۃ  
 کو تمام کر لین اذاجا، الاحتمال بطل الاستدلال اگر تسلیم بھی کر لیں کہ بعد  
 ولا الفالین کے ہی آپ سکتہ فرماتے تھے تو یہ سکتہ فقط سانس لینے کے لئے  
 تھا جیسا کہ فتادہ نے جو راوی اور مفسر کتبات کے ہیں بیان کیا ترمذی ص ۳۵  
 میں ہے وان یحب اذا فرغ من القراءة ان یسکت حتی یتراذ الیہ نفسہ  
 یعنی حضرت صلعم کو خوش لگت تھا کہ جب قراءۃ سے فارغ ہوں سکتہ کرین تاکہ سانس  
 اپنے ٹھکانہ پر آجائے۔ تو اسی طرح سے بعد ولا الفالین کے سکتہ لطیفہ  
 سانس لینے کے لئے کرتے ہوں پھر اذکے بعد آمین فرماتے ہوں المختصر اول

بن الحارث عن اشعث عن الحسن عن سمرة بن جندب عن النبي صلى الله عليه وسلم ان كان يسكت سكتين اذا استفتح من القراءة كلها فذكر معنى يونس ترجمہ سمہ بن جندب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سکتے فرماتے تھے جب قرآن کو شروع فرماتے اور جب کل قرآن سے فارغ ہوتے۔ دوسری روایت اشعث سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سکتے بعد کل قرآن کے کرتے تھے نہ بعد ولا الضالین کے اور تیسری روایت سکتہ کی وہ ہے جب کو ہمارے مخاطب صاحب نے نقل کیا ہے مگر حضرت کی دیانت کا ذرہ اہل علم اندازہ کریں کہ اس کے بعد کی روایت کو حسین بیان و ہم قن وہ تھا چھوڑ دیا ابوداؤد کے اسی صفحہ میں ہے حدیث ابن المثنیٰ تاعید الامالیٰ تاسعید بعد اقال عن قتادۃ عن الحسن عن سمرة قال سکتان حفظتہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فیہ قلنا لقتادۃ ما ہاتان السکتان قال اذا دخل فی صلاتہ و اذا فرغ من القراءة ثم قال بعد و اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ترجمہ یعنی سعید نے روایت پہلی بیان کی اور قتادہ سے روایت کیا وہ حسن سے وہ سمہ سے سمہ نے کہا کہ میں نے دو سکتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کئے ہیں سعید کہتے ہیں ہم نے قتادہ سے پوچھا کہ وہ دو سکتے کس مقام پر ہیں قتادہ نے کہا کہ ایک سکتہ توجب نماز میں داخل ہو اور دوسرا جب قرآن سے فارغ ہو پھر بعد اسکے کہتے لگے کہ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ قتادہ کا وہم ہے کیونکہ حسن بصری نے سمہ بن جندب سے روایت کیا اور حسن سے یونس و حمید و اشعث وغیرہ نے سب نے یہی روایت کیا کہ دوسرا سکتہ بعد کل قرآن کے ہے اور قتادہ نے جو حسن سے

ابن شہاب کان اذا فرغ من قراءة القرآن رفع صوته وقال آمين وللمحمد بن  
 طريق سعيد القنبري عن ابی صهريرة نَحْوًا بلفظ اذا قال ولا الصالحين ولا لای داء  
 من طريق ابی عبد الله بن عم ابی صهريرة عن ابی صهريرة مثله وناحی فی سبع من  
 یلیه من الصفا الاول - ترجمہ ابن حبان کی روایت میں جو زبیدی سے روایت  
 کرتے ہیں حدیث باکی ابن شہاب سے یوں ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سورہ فاتحہ  
 پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور فرماتے آمین اور حمیدی میں سند سعید  
 سے جسکو وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں مثل روایت ابن حبان کو ہے اس لفظ سے  
 کہ جب آپ والا الصالحین پڑھتے تو اپنی آواز آمین سے بلند کرتے اور ابو داؤد کی روایت  
 میں جو سند ابی عبد اللہ بن عم ابو ہریرہ سے ہے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں مثل  
 روایت حمید کا کہ اور ابو داؤد نے زیادہ کیا یہاں تک کہ سننے والے کو سورہ گو کہ جو حضرت صلعم کے  
 متصل ہوتے صف اول سے عبارت فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ثانی کے ص ۱۹۱ میں ہے عبارت  
 فتح الباری سے معلوم ہوا کہ یہ زیادتی (حتی سبع من یلیه من الصفا الاول) ابو داؤد کی روا  
 یت میں ہے نہ حمیدی کی روایت میں حضرت نبوی صاحب تو ایسے کاموں میں بڑے شیر بہادر  
 ہیں اس زیادتی کو حمیدی کی روایت میں بھی لگا دیا ہے مگر اسی رسالے میں جلالتین کے  
 صفحہ ۲۳ میں اس روایت کو خود آپ نے لفظ قال سے نقل کیا ہے۔ جبکہ اصل روایت  
 میں یہ زیادتی (حتی سبع من یلیه من الصفا الاول) ثابت ہی نہ ٹھہری تو جو کچھ آپ نے اس پر کیا تھا وہ سب منہدم  
 ہو گیا و اللہ الحمد یہ کلام تو ثبوت روایت میں تھا اب سند اس حدیث میں جسکو نبوی صلی  
 نے نقل کر کے صحیح بنایا ہے کلام کیا بات ہے پہلے راوی اسکے سفیان بن عیینہ ہیں وہ جب سعید  
 مقبری کے پاس گئے تو اس وقت سعید غلط ہو گئے تھے ابن عیینہ نے ان سے اخذ نہیں کیا  
 حافظ دہمی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں قلت ما احسب ان احدا اخذ عنه  
 فی الاختلاط فان ابن عیینة انما فرای لعا به یسئل فلم یحل عنه - ترجمہ

تو کہتے تھے ابعد فرغت قرأہ کے تھا اگر بعد ولا الضالین کے مانا بھی جاوے تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا تو لیلیٰ کا کچھ تحت نہیں ہے الحمد للہ کہ جواب حدیث ثانی کا بھی تمام ہوا۔

**قول مؤلف** تیسری حدیث بخاری کے اوستا وحیدی نے اپنی سند میں روایت کی ہے حدیثنا سفیان بن عیینہ قنا سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال ولا الضالین رفع صوته وقال آمین حتی یسمع من یدیه من الصف الاول۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو یہاں تک زور سے آمین کہتے کہ صف اول کے وہ لوگ جو آپ کے آں پاس ہوتے سُن لیتے اس پر حدیث میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت تکبیر کی طرح آمین زور سے نہیں کہتے تھے بلکہ آہستہ آہستہ۔

**بین کہتا ہوں** یہ حدیث ان الفاظ سے سند محمدی میں نہیں ہے اور نہ آپ نے کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیا کہ آپ نے کس کتاب کو ذکر واسطے یہ حدیث نقل کی ہے اور اگر اصل کتاب سے نقل کی ہے تو وہ اس کتاب کا ہے کہان ہے کس شخص کے کتاب خانہ میں ہے اور یہ جو آپ نے غلط کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ زر قانی نے بخلاف سند اس حدیث کو نقل کیا ہے میں کہتا ہوں جس شخص نے زر قانی اور فتح الباری کو دیکھا ہے اس پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ زر قانی بالکل فتح الباری سے ماخوذ ہے بعینہ عبارت فتح الباری کی اکثر مواضع زر قانی میں ہے گویا ماخذ زر قانی کا فتح الباری ہے فتح الباری کی طرف جو میں نے مراجعت کی تو اس میں یہ حدیث اس طرح ہے ولا ین حبان من سدا یتزید فی حدیث البابی عن



بلکہ یہ تو آئین بالجمہر کی دلیل ہر کی سیجی تفصیلہ +  
**قول مولف** لہ اگر کوئی یہ کہے کہ جب آئین قریب کو لوگ سنتے تھے تو یہ آئین بالجمہر  
 ہوئی نہ آئین بالسر تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی قراۃ اصطلاح فقہا میں بجز نہیں  
 کہلاتی در مختار میں ہے ادنی الخافۃ اسماع نفعہ من یقربہ فلیسمع رجس او  
 برجلان فلیسمع بجمہرائح -

میں کہتا ہوں بیشک اس حدیث سے آئین بالجمہر کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ لفظ  
 حدیث کا یہ ہے حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول اسکا ترجمہ آپ نے یوں کیا ہے  
 یہاں تک کہ صف اول کے وہ لوگ جو اس پاس ہوتے سن لیتے۔ ظاہر ہے کہ اس پانچ اوہر کے  
 اس پانچ اوہر کے امام کے متصل ہی ہوتے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ آپ نے معنی اس  
 جملہ حدیث کے خیال نہیں کر معنی اسکے یہ ہیں یہاں تک کہ سن لیتے جو لوگ آپ کے متصل  
 تھے وہ کون تھے صف اول کے لوگ تھے سن بیان ہر من یلیہ کا اور تائید ان معنوں  
 کی اس روایت ابن ماجہ سے ہوتی ہے جسکو آپ نے اسی سالہ جمل المتین کے صفحہ ۱۸  
 میں نقل کیا ہے لفظ اسکا یہ ہے حتی یسمعہا اول الصف الاول یعنی آئین کی آواز کو اول  
 صف کی لوگ سن لیتے تھے جبکہ آواز آئین کو اول صف کے لوگوں نے سنا تو بیشک اس سے  
 آئین بالجمہر ثابت ہوئی اور یہی مقصود تھا کہ یہ امر کہ فقہا کے نزدیک ادنی ہر کو کہتے  
 ہیں اور ادنی مخافت کے کیا معنی ہیں شرح وقایہ مطبوعہ انوار محمدی کے صفحہ ۱۸ میں ہر  
 و ادنی اجمہر اسماع غیروہ و ادنی الخافۃ اسماع نفعہ من یقربہ فلیسمع رجس او  
 برجلان فلیسمع کا سنا نا ہے اور ادنی مخافت اپنے نفس کا سنا نا ہے اور یہی تفسیر صحیح ہے اور اسی  
 قول کو آپ کے مجدد العصر محدث کلہنوی نے نمبر ۱۲ کے حاشیہ میں برقرار رکھا ہے عبارت  
 شرح وقایہ سے معلوم ہوا کہ ہر کے صحیح معنی یہی ہیں کہ دوسرے کو سنا دے اور جو آپ نے  
 ادنی ہر کی تفسیر بحوالہ در مختار نقل کی ہے یہ بنا بر قول ہندوانے کی ہے چنانچہ رد المحتار میں



تہذیب و تہذیب کو خود ہمارے مخاطب صاحب نے اسی رسالہ کے ص ۱۹ میں نقل کیا ہے  
 ان عبارت میزان الاعتدال کو مؤلف رسالہ اجل نے نہیں نقل کیا حافظ ذہبی میزان  
 میں فرماتے ہیں علقمہ بن وائل بن حجر صدوق الا ان یحیی بن معین یقول دلیقہ عن  
 ابیہ مسئلہ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہیں مگر یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ  
 جو روایت وہ اپنے باپ سے کرتے ہیں وہ مرسل ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب اور  
 تقریب میں اور نووی نے تہذیب الاسما میں ایسا ہی لکھا ہے کہ علقمہ کی روایت  
 اپنے باپ سے مرسل ہے اور امام بخاری نے بھی ہی کہا ہے اور محققین حنفیہ شیخ ابن  
 الہمام اور یلعی نے بھی قول امام بخاری کو نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے بھلا اب انصاف  
 سے فرمائے کہ استقدرا قول محققین کے ہوتے کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ علقمہ نے اپنے  
 باپ سے سنا ہے رہا قول ترمذی کا جس کو آپ نے نقل کیا ہے اس کا جواب یہ ہے  
 کہ ترمذی کی پہلے یہی تحقیق تھی جبکہ اپنے شیخ امام بخاری سے معلوم کیا کہ علقمہ نے اپنے  
 باپ سے نہیں سنا تو امام بخاری کے قول کی طرف رجوع کیا اسی لئے امام ترمذی نے امام  
 بخاری کا قول اپنی کتاب علی کبریٰ میں نقل کر کے اس کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اس کو تسلیم کر لیا ہے  
 نیز یہ بھی اہل تحقیق جانے ہیں کہ کتاب علی کبریٰ ترمذی کی تالیف پچھلی ہے اور یہ جو آپ نے  
 جو الاسلم و نسائی لکھا ہے کہ ایک جگہ سلم و نسائی میں حدیث کا لفظ موجود ہے کہ علقمہ نے  
 حدیث ابی کہا ہے جواب اس کا دو وجہ سے ہے اول یہ کہ لفظ حدیث کا بعض محققین کے  
 نزدیک نص سماع میں نہیں ہے حافظ سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں۔  
 قال الخطیب ان اسقہا ای العبارة فی ذلک سمعت ثمر حدیثنا و حدیثی  
 فانه لا یکاد احد یقول سمعت فی الاجازة و المکاتبة و لا فی تدلیس عالم  
 یسمعون خلاف حدیثنا فان بعض اهل العلم کان یستعمل فی الاجازة و دروی عن اخصین انه قال و حدیثنا  
 ابوہریرة و لہ سمیع منہ ان قال و قال ابن القطان لیست حدیثنا بنص فی ان قالہا سمیع کا حدیث صحیح

اسکی تہج موجود ہے۔

**قول مؤلف** یعنی دائل بن حجر سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر تو آہستہ آہستہ آمین کہی اور دہانت ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور دہانتے بائیں سلام پھیرا یہ حدیث صحیح ہے اسکی سند متصل ہے اور اسکے کل راوی ثقہ ہیں مگر اسپر چند شبہ ہے کہ گئے ہیں شعبہ نے اسین تین خطائیں کی ہیں ۳

**میں کہتے ہوں** جبکہ آپ نے خود ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں شعبہ نے تین خطائیں کی ہیں پھر یہ حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے آپ نے ان تین خطاؤں کا جو کچھ جواب نا صواب لکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ جہاں متور کیا جاتا ہے۔

**قول مؤلف** اس حدیث میں چار علتیں نکالی گئی ہیں مگر حق یہ ہے کہ ایک علت بھی صحیح نہیں امام بخاری نے سماع علقمہ عن ابیہ سے جو انکار کیا ہے اسکو خود ترمذی نے رد کر دیا ہے جات ترمذی کی کتاب الحدود میں الی قولہ الحاصل دلائل ساطعہ دبراہین سے کہ حدیث ثابت ہو گیا کہ علقمہ نے اپنے باپ کا زمانہ پایا ہے اور اسے حدیث سننی ہیں پس شعبہ کی حدیث آمین بالا خفا کی نسبت جو انقطاع کا دھبا لگایا گیا ہے وہ دور ہو گیا اور اتصال سند ثابت ہو گیا۔

**میں کہتے ہوں** سماع علقمہ عن ابیہ کی مفصل بحث تو ہمارے رسالہ الجہر بالتائین وھیانۃ المتقصدین میں ہے ناظرین رسالہ الجہر بالتائین ص ۳۱ سے ص ۳۲ کو ملاحظہ فرماویں مگر اس مقام پر بھی جواب با صلوب دیا جاتا ہے جاکن چاہے کہ جن لوگوں نے فن اسماء الرجال میں کتب تالیف کی ہیں جیسے حافظ ذہبی و حافظ ابن حجر و نووی و غیرہم سب اتفاق کیا ہے کہ علقمہ کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہو علقمہ کو باپ سے سماع حاصل نہیں ہے چنانچہ عبارت تہذیب الاسماء نووی و عبارت

کنیت ابو العباس اور ابواسکن دونوں ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں  
 لکھا ہے **عبد بن عبس ابواسکن الکوفی** وهو الذی یقال له **عبد بن عبس** الخ۔  
 میں کہتا ہوں عینی نے جو جواب دیا ہے محض لالیعاً ہے کیونکہ امام بخاری  
 و ابو زرعه و ترمذی وغیرہم محققین کے اقوال کے سامنے ابن حبان کا قول لاؤتا  
 باعتبار یہ نہیں دی ابن حبان میں جیکے بارہ میں آپ نے اسی رسالہ میں المتفق  
 کے صفحہ ۶۷ میں لکھا ہے (اور ابن حبان نے بہتر سے راویوں کو جو عس و روح وضعیف  
 ہیں کتاب الثقات میں داخل کر دیا ہے چنانچہ اسحاق بن ابراہیم بن علان و سیدی کو  
 جو عس و روح وضعیف ہیں اور جکی تضعیف اوپر گزر چکی کتاب الثقات میں داخل  
 کر دیا ہے اسی وجہ سے صرف توثیق ابن حبان پر محدثین کو چند ان اعتماد نہیں  
 ہے) اب آپ ہی انصاف سے کہیے کہ امام بخاری جو قبلہ محدثین ہیں اور آپ  
 ہی ابو زرعه و رازی جکی تعریف میں امام احمد و طب اللسان رہتے تھے ایسے  
 محققین کے قول کے ہوتے ابن حبان کا قول کیسے معتبر سمجھا جاوے اور پھر اس  
 حالت میں جبکہ وہ صیغہ تریف سے بیان کرتے ہیں اور یہ ہوا و داؤ و و قطنی کی آپ نے  
 سند نقل کی ہے کہ اس میں بھی ابو العباس نے نسخ صحیحہ ہوا و داؤ و دین جو قلمی دیکھے گئے تو  
 ان میں ابن العباس ہے یہ کسی کا تب کا وہم ہی جو ابو العباس لکھ دیا ہو۔  
**قول مؤلف** دوسرا اعتراض کہ اس سند میں شعبہ نے علقمہ کو زیادہ کیا ہے اس کا جواب  
 علامہ عینی نے یہ دیا ہے **قوله و زاد فيه علقمة لا يضر لان زيادة الثقة مقبولة**  
**لا سيما من مثل شعبه** یعنی اگر اس سند میں علقمہ زیادہ ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ  
 ثقہ کی زیادت مقبول ہے۔

میں کہتا ہوں شعبہ اگرچہ ثقہ ہیں مگر شک مشہور ہیں بہت جگہ انہی خطا ہو جاتی ہے  
 چنانچہ اسکی بحث عنقریب آئیگی تو پھر قول امام بخاری و ابو زرعه و یحییٰ قطان ترمذی

مسلم فی حدیث الذی یقتله الدجال فیقول انت الدجال الذی حدیث  
 بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ان ذاک الرجل تیاخر عن المیقات۔  
 ترجمہ خطیب نے کہا کہ اعلیٰ عبارتوں کا اس میں (سمعت) ہے پھر (حدیثاً) یا (حدیثاً)  
 پس نہیں قریب ہے کہ کوئی کہے (سمعت) اجازت اور مکاتبت اور تدلیس میں  
 جب تک کہ اس روایت کو نہیں سنا ہے بخلاف لفظ حدیث کے پس بیشک بعض  
 علم تھے استعمال کرتے (حدیثاً) کو اجازت میں اور حسن سے روایت کی گئی ہے  
 کہ انھوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو ہریرہ نے حالانکہ حسن نے ابو ہریرہ سے  
 نہیں سنا یہاں تک فرمایا اور کہا ابن قطان نے نہیں ہے لفظ (حدیثاً) کا تصریح  
 اس میں کہ اس کی قائل نے حدیث کو سنا ہی ہو بدلیل اس حدیث کے جو صحیح مسلم میں  
 ہے شان میں اس شخص کو جسکو دجال قتل کریگا وہ کہے گا تو وہی دجال ہے جسکی ہکو  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کیا تھا اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ رجل جو خرسہ زمانہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عبارت تدریب سے معلوم ہوا کہ لفظ حدیث کا سماعت میں نص نہیں  
 ہے ہو سکتا ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے واسطہ سے سنا ہوا اور حدیث کا لفظ استعمال  
 کر دیا ہو۔ وجہ دوسری یہ احتمال قوی ہے کہ کسی راوی نے وہم سے لفظ حدیثاً  
 کا کہہ دیا ہو جیسے وہم سے کنت غلاماً لا اعقل صلاة الی کا قائل عبد الجبار کو ٹھہرایا ہے  
 اور روایت بالمعنی کا وہم آپ کے نزدیک بھی ہے حاصل کلام و خلاصہ مراد یہ ہو کہ علقمہ  
 نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ امام بخاری و یحییٰ بن یحییٰ وغیرہما کا قول اس میں  
 میں ٹھیک ہے اور انقطاع کا وہم جو اس روایت پر تھا وہ قائم رہا بادلائل

التوفیق

قول مولف پہلا اعتراض جو یہ ہے کہ شعبہ نے ابن العنابس کے بدلے ابن العنابس  
 کہہ دیا ہے اور کئی کنیت ابوالسکن ہے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ حجر بن العنابس

وہ اس جواب کی قدر سمجھیں گے میں نے مانا کہ سفیان السیہ اور ویسہ اور ابی وہ روایت  
 ایسی اور ویسہ ہی ہے مگر شعبہ کی روایت اس وقت مروج قرار دیکر نظر انداز کی جاتا  
 ہے جب دونوں میں منافات ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو اصول حدیث کا یہ سلسلہ ہے کہ حتیٰ الوسع  
 تطبیق دیکر منافات کو دور کر دینا چاہئے اب سنو کہ دونوں حدیثوں میں کچھ منافات نہیں  
 سفیان اور شعبہ دونوں کی حدیثوں کا مضمون صحیح ہے مدصوت و رفع صوت کے  
 معنی یہاں صوت سہی کو اس طرح سانس کھینچ کے پڑھنے کو ہین کہ قریب والا  
 سن لے دیکھو اگر کوئی غار نظر یا عصر میں کچھ سانس کھینچ کے نماز پڑھے جس کو اس پاس  
 والے سن لیں تو وہاں یہ کہنا بھی درست ہے کہ شخص زور سے پڑھ رہا ہے یعنی اس  
 طرح پڑھتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی سن سکتے ہوں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آہستہ پڑھتا ہو  
 یعنی نماز پڑھنے کی طرح نہیں پڑھتا پس دائل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے علقمہ کو یہ کہا اخفی  
 صوتہ تو اسکا مطلب یہ تھا کہ میں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد دلائل الضالین آمین کہتے  
 سنا تو اس سے یہ نہ سمجھا کہ آپ نے تکبیر وغیرہ کی طرح آمین کو زور سے کہا تھا  
 بلکہ آہستہ کہا تھا اور سلمہ بن کہیل سے جو مدصوت کی روایت کی تو اسکا مطلب  
 یہ تھا کہ بعد سورہ فاتحہ آمین کہتا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت کے پیچھے جو میں نے نماز  
 پڑھی تھی تو آپ نے دلائل الضالین کے بعد آمین کہی تھی اور میں نے آمین کو اسوجہ  
 سے سن لیا کہ آپ نے اسکو سانس کھینچ کے پڑھا تھا غرض کہ دونوں حدیثوں کو  
 ملائے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حاضری کے زمانہ میں آنحضرت  
 نے آمین بالسر اس طرح سانس کھینچ کے پڑھی تھی کہ آپ کے اس پاس والوں نے  
 سن لی تھی چنانچہ اس مطلب کی تائید عبد الجبار کی روایت کرتی ہے جسکو عائشہ نے  
 روایت کیا ہے قال آمین فسمعتہ منہ واما خلفہ یعنی دائل نے کہا کہ آنحضرت  
 نے آمین کہی اور میں نے اسکو سن لیا کیونکہ میں آپ ہی کے پیچھے تھا دیکھئے ان دونوں

وغیر ہم محدثین کا معتبر ہو گا نہ فقط عینی متعصب کا کیونکہ وہ لوگ محدثین کے ساتھ نہیں جاتے  
خامضہ کے تھے نہ عینی \*

**قول مولف** تیسرا اعتراض کہ شعبہ نے مدبہا صوتہ یا رفع بہا صوتہ کی مدد سے  
میں تفسیر بہا صوتہ یا انفی بہا صوتہ کہہ دیا ہے لوگوں نے اس اعتراض کی صحت پر  
بہت زور لگایا ہے کہ اولاً سفیان شعبہ سے احفظ ہیں کیونکہ خود شعبہ نے  
کیا ہے اور یحیی بن سعید قطان اور یحیی بن عیینہ ایسے نقاد رجال نے کہا ہے کہ سفیان  
اور شعبہ میں جب مخالفت ہوتی ہے تو میں سفیان کو اختیار کرتا ہوں یہ بھی نے کہا ہے  
میں لکھا ہے وہاں کہ شعبہ یقول سفیان احفظ معنی وقال یحیی بن سعید قطان  
لیس حدیثا لیس شعبہ واذا خالف سفیان اخذت بقول سفیان وقال  
یحیی بن معین لیس حدیثا لیس سفیان اسویری الا کان قول قول سفیان یحیی  
وشعبۃ ایضا ان خالفہ قال نعم اور علامہ ابن القیم نے اعلام المؤمنین میں لکھا ہے  
البیہقی لا اعلم اختلافا بین اصل العلم بالحدیث ان السفیان شعبہ  
اختلغا فالقول قول سفیان ثانیاً سفیان کی متابعت محمد بن مسلمہ اور علامہ ابن حبان  
اسدی نے کی ہے اعلام المؤمنین میں ہے وترجمہ ثانی وهو متابع العلاء بن صالح  
ومحمد بن مسلمہ بن کھیل لہ ثانیاً خود شعبہ نے بھی سفیان کی متابعت کی ہے یہی ہے  
سنن کبریٰ میں روایت کی ہے عن ابی الولید الطیالسی ثنا شعبہ عن مسلمہ  
بن کھیل سمعت حمزا بن عتبس یحدث عن رائل الحضرمی انہ صلی خلف النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فقال ولا الضالین قال آمین (افواہا صوتہ - علامہ ابن قیم  
نے اعلام المؤمنین میں لکھا ہے قال البیہقی فیمثل ان یکون منہ لذلک فعاد  
الی الصواب فی منہ وتشرک ذکر حلقہ فی اسنادہ - اب میں بیوہ توانے  
ہر ایک کا ابواب باصواب دیتا ہوں جو لوگ علم حدیث میں مذاق رکھتے ہیں



دو راہوں میں تطبیق دی جاتی ہے۔ ایک اس دو دایقہ میں تطبیق دی جاتی ہے جو درجہ میں مساوی ہوں حافظ ابن حجر نے غلبہ اور اسکی شرح میں فرماتے ہیں ان عوارض فلا یخلو اما ان یؤت معارضہ مقبولہ امثلہ ان یکن مردودا والثانی کا انثر لہ لان القوی لایون شرفیہ بخالفۃ الضعیف وان کانت المعارضۃ بمثلہ فلا یخلو اما ان یکن الجمع بین مدلولیہما بعین تعسف او لا فان امکان الجمع فهو النسخ المسمی مختلف الحدیث۔ ترجمہ اگر روایت مقبول کے دوسری روایت معارض ہو پس اس سے خالی نہیں کہ جو روایت معارض ہے وہ بھی مثل دل کے مقبول ہے یا مردود اور ثانی میں مردود کے معارضہ میں کچھ اثر نہیں کیونکہ قوی میں مخالفت ضعیف سے کچھ اثر نہیں پاتا اور اگر معارضہ مثل دے سکے نہ ہوں تو اس سے خالی نہیں کہ دونوں ہتھوں میں تطبیق بغیر تعسف کے ممکن ہے یا نہیں انزع ممکن ہوں تو اس قسم کی روایت کا نام مختلف الحدیث رکھا گیا ہے اس طرح سے اور کتب اصول میں بھی ہے حافظ برجی کی عبارت سے چند ام معلوم ہوئے اول یہ کہ جو حدیث معارض کسی روایت کو ہو وہ معارض اس وقت بھی جاگی جبکہ معارض عنہ کے مثل ہو۔ دوم وایب ضعیفہ جو مثل معارض عنہ کے نہ ہو وہ معارض کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ سوم روایت ضعیفہ معارض کا معارض عنہ کے مقابلہ میں کچھ اثر نہیں ہوتا۔ چہارم اگر معارض مثل معارض عنہ کے ہو تو تطبیق اسی صورت میں دی جائیگی جبکہ غیر تعسف کے تطبیق ممکن ہو ورنہ تطبیق نہیں دی جائیگی۔ اب میں کہتا ہوں کہ یہاں پر روایت شعبہ کی معارض روایت سفیان کے نہیں ہو سکتی کیونکہ روایت شعبہ کی قاعدہ اصول سے شاذ ہے اور شاذ اقسام سے ضعیف کوچے جبکہ یہاں پر معارضہ ہی نہ متفق ہوا تو تطبیق کیسی اب قطع نظر کل امور کے جو پہلے مذکور ہوئے

مہ دے صاف نکل رہا ہے کہ آپ نے آج کی بات میں جو کچھ فرمایا ہے وہ سب کچھ  
 کی طرح بالکل سہل و آسان ہے۔ لیکن اگر وہ سب کے لوگوں نے اس کو سن لیا اور یہ سب  
 یہاں تک پہنچا تھا آخرت سے ظاہر ہو جائے تو میں جی ہنس دیتا ہوں کہ یہ لوگوں نے  
 سن لیا ہے اور اس مطلب کی تائید اور توثیق یہ ہے کہ یہ سب کچھ  
 اور اور دوسرے اثرات کی بنا پر اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ سب کچھ  
 وہی ہے جو اس کے بعد سے کہ صاف اول کے وہ لوگ جو انھیں اس کے وہاں سے تھے  
 صاف نکل رہا ہے کہ آپ آج سے آج سے اس میں جیسا کہ میں نے پہلے  
 کہا کرتے ہیں کہ آخر صاف تک آج پہنچ جاتی ہے۔ انھیں وہاں تک کہ یہ  
 صورت اور اس میں بہا صوتہ دونوں صحیح ہیں اور دونوں میں نہایت عمدہ تطبیق ہو جاتی  
 ہے جس کو ہر انصاف پسند اور خیر خواہ قبول کر سکتا ہے۔

**میں کہتا ہوں خاک**۔ راقم آخرت نے پوری عبادت حضرت شریف  
 صاحب کی اس غرض سے نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیق کو بخیر و برکت  
 اور آپ کی حمد و ثناء کے واسطے خدا و علی کا اندرہ و امین آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے ان  
 منافات نہیں ہے کیونکہ جناب سرفع دھکا صوتہ و خفض دھکا صوتہ میں منافات  
 نہیں ہے۔ ہر دفعہ و خفض میں یہ تقابل ہے۔ یہاں تک کہ جمع البحار میں ہے کہ میں  
 الخافض تعالیٰ یخفض الجبارین ای اضعفہم و یہنیہم و یخفض کل ابرہید خفصہ  
 و هو ضد الرفع۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُست کرتا ہے۔ تنگہ و ن کو اور اُن کو اکیل کرتا ہے  
 جب چاہتا ہے اور لکھا ہے کہ ارفعہ و یخفضہ۔ یعنی اُسے صاحب جمع کے کلام  
 سے معلوم ہوا کہ ارفع و رفع میں تقابل تضاد ہے جس کی وجہ سے تقابل تضاد  
 ہوا ہے۔ انہما نہ سمجھتا ہے کہ آپ ہی کا کہہ رہا ہے کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
 دلیل کافی اور برہان شافی ہے اور سوال و جواب کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ ہر قسم کی

تقاضا کیں دونوں کی آواز بلند ہوئی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز کو  
سننا حالانکہ آپ گھر میں تھے پس آپ دونوں کی طرف نکلے دیکھئے اگر سانس  
کھینچنے کے معنی یہاں ہوتے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیسے سن لیتے اور بخاری ص ۱۱۶  
میں ہے ان ابن عباس اخبرنا ان رفع الصوت بالذکر حين ينصرف الناس  
من المكتوبة كان على عهد النبي صلى الله عليه وسلم قال ابن عباس كنت  
اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعت - ترجمہ ابن عباس نے ابو معبد کو خبر دیا کہ بلند  
کرنا آواز کا ذکر سے جب لوگ فرض نماز سے پچھتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا  
ابن عباس کہتے ہیں میں نماز سے فارغ ہونے کو معلوم کر لیتا تھا جب ذکر کی آواز کو  
سننا تھا - تھا - یہاں پر بھی وہی لفظ (رفع صوت) ہے ابن عباس سن آواز کو  
اپنے گھر میں سن لیتے تھے اگر رفع صوت کے معنی سانس کھینچ کے پڑھنے کے ہوتے  
تو ابن عباس گھر میں کیسے سن لیتے اور بخاری ص ۱۱۶ میں ہے باب ما يكره من  
رفع الصوت في التكبير عن ابی موسیٰ الاشعری قال كنا مع رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم فلما اذا اشرقنا على دار هملنا وكبرنا اشرقت اصواتنا  
فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم يا ايها الناس ارفعوا على انفسكم فانكم  
لا تدعون الله ولا تاعلمون انه معكم انه سميع قريب ترجمہ یہ باب  
اسکا ہے کہ بلند کرنا آواز کا تکبیر کے ساتھ مکروہ ہے ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے  
کہا ہر لوگ حضرت ص کے ہمراہ تھے جب کسی داوی پر چڑھتے تو لا الہ الا اللہ  
اللہ اکبر کہتے ہماری آوازیں بلند ہوئیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنے  
نفسوں پر نرمی کرو تم ہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ  
ہے سننے والا قریب - اس حدیث کا بھی فائدہ وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا بخاری  
ص ۱۱۶ میں ہے عن البراء قال كان النبي صلى الله عليه وسلم ينقل

ذرا حضرت کی تطبیق کا حال سنا چاہئے آپ نے تطبیق یوں دی ہے کہ صوت  
 رفع صوت کے معنی یہاں صوت سری سانس کھینچ کر پڑھنے کے ہیں مین کہتا ہوں  
 اکثر حدیثوں میں رفع صوت کا لفظ آیا ہے مگر رفع صوت کے معنی کسی کتاب افت میں سانس  
 کھینچ کے پڑھنے کے نہیں ہیں یہ فقط مولف جیل کی طبع زاویات ہے صراح قاسوس وغیرہ  
 کتابین محاورہ رفع صوتہ کا لکھا ہے يقال فی صوتہ سرفاعۃ بالقہم والفتح بلند  
 و بلند اور مستند - یعنی جب بولا جاتا ہے کہ اسکی اواز میں رفعت ہے تو معنی بلند  
 اواز کے ہوتے ہیں قطع نظر کتب لغت کے اب چند مثالیں احادیث کی نقل کرتا ہوں  
 جہاں پر یہ لفظ مستعمل ہوا ہے تاکہ عامہ ناظرین خیال فرمائیں کہ رفع صوت  
 کے معنی سانس کھینچ کے نہیں ہیں بخاری مطبوعہ مطبع احمدی جلد اول ص ۴۹ میں ہے  
 فلما استيقظ عمر سراى ما اصاب الناس وكان سرجا جليدا فكلبوا من فم صوته  
 بالتكبير فيما نزل يكسرون سيفه صوته بالتكبير حتى استيقظ يصوته النبي صلى  
 الله عليه وسلم - ترجمہ جب عمر رضہ نیند سے جاگے اور جو لوگوں کو پہنچا  
 تھا اوسکو دیکھا اور حضرت عمر ایک مضبوط دل کے آدمی تھے پس اللہ اکبر کہا اور  
 اپنی آواز کو تکبیر کے لفظ سے بلند کیا برابر تکبیر کہتے رہے اور اپنی آواز کو تکبیر کے  
 لفظ سے بلند کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضہ کی آواز سے نبی صلعم جاگ پڑے  
**فائدہ** اس حدیث میں بھی وہی لفظ (رفع صوتہ) کا ہے جس سے حضرت  
 صلعم بیدار ہو گئے اگر رفع صوت کے معنی صوت سری کے ہوتے تو حضرت صلعم  
 کیسے بیدار ہو جاتے اور بخاری ص ۴۹ میں ہے عن كعب انه تفاضل ابن ابی  
 حدردینا كان له عليه في المسجد قاسر اتفتت اصواتهم حتى سمعوا  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في بيت فخرج اليهما - ترجمہ  
 کعب سے روایت ہے کہ انھوں نے ابن ابی حدرد سے مسجد میں اپنے قرض کا

صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ تھے جب حضرت صلیم اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو اپنی آواز کو قرآن کے ساتھ بلند کرتے تھے جسوقت مشرک سنے تھے تو قرآن کو اور قرآن کے اتارنے والے کو اور جو اسکو لایا ہے سب کو گالیان دیتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا مت زور سے قرأت کر جو مشرک شکرگالی دین اور اسے سننے والے ساتھیوں سے پوشیدہ مت کرو یہاں تک کہ وہ لوگ آہستہ کے قرأت کر دیکھو یہاں پر (رفع صوت) کا لفظ ہے جسکی معنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرک لوگ جو حاجت نماز اپنے گمراہ میں ہوتے تھے وہ بھی آواز کو سن لیتے تھے۔ اور بخاری ص ۱۷۱ میں ہے عن ابی ملیکۃ قال کا دا الخیر ان ابیہنکا ابابکر و عمر بعدا اصواتھما عند التبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم علیہ سرکب بنی تمیم فاکشأ احدھما بالاکثر بن حابس اخفی بنی مجاشع و اشار الاخر بہ لجل اخفا لنافع لا احفظ اسمہ فقال ابو بکر لعمرا اسدت الاخلا فی قال ما اسدت خلا فک فارفعت اصواتھما فی ذلک فانزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ ترجمہ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہا کہ قریب تھے درجہ آدمی ہلاک ہون یعنی ابو بکر و عمر بلند کیا دونوں نے آواز اپنی کو نبی صلیم کے نزدیک جب بنی تمیم کے لوگ آپ کے پاس آئے حضرت عمر نے اشارہ کیا کہ اقرع بن حابس اخفی بنی مجاشع کو امیر بنائیے اور ابو بکر نے دوسرے آدمی کا اشارہ کیا نافع کہتے ہیں کہ جب کو تمام اسکا یا د نہیں ہے ابو بکر نے عمر سے کہا آپ نے نہیں ارادہ کیا مگر یہی مخالفت کا حضرت عمر نے کہا میں نے آپکی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا پس دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں اسد تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی اسے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو۔ آیت قرآنی وحدث نبوی سے محاورہ رفع صوت کا معلوم ہو گیا کہ معنی بلند آواز کے ہیں اگر رفع صوت

التراب يوم الخندق حتى اغمر بطنه او اغمر بطنه يقول والله لو لا  
 الله ما احدثنا + ولا لصدقنا ولا صلينا فانزل من سكتنا  
 وشئت الاقدام ان لا قينا + ان الاقدام قد بغوا علينا + اذا اسادوا  
 فنتة آيينا + ورفع بها صوته ابينا ابينا - ترجمہ برائے روایت ہے  
 کہ حضرت صلعم خندق کے دن مٹی کو نقل کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا پیٹ مبارک  
 غبار سے آلودہ ہو گیا اور آپ فرماتے تھے اس کی قسم اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم لوگ  
 ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے نہ ناز پڑھتے اسی اللہ اور اطمانیت ہم پر اگر  
 دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمارے قدموں کو ثابت رکھنا اہل مکہ نے ہم پر بہت ظلم  
 کیا ہے اگر وہ لوگ شرک ظلم کا ہم سے ارادہ کریں تو ہم لوگ انکار کریں ۔

**راوی کہتے ہیں** حضرت صلعم ابینا کے لفظ کو بلند آواز سے پڑھتے تھے  
 یعنی اور اشعاروں کو تو ہمیشہ شعر پڑھتے ہیں ایسے ہی پڑھتے تھے مگر ابینا کے لفظ  
 کو خوب بلند آواز سے پڑھتے تھے اور اسی صغیر بخاری میں یہ صوته باخرا  
 یعنی اپنی آواز کو آخر لفظ کے ساتھ دراز کر کے پڑھتے تھے اس روایت سے  
 یہ بھی معلوم ہوا کہ مصوتہ کا محاورہ اور رفع صوته کا ایک ہی ہے فقط ورازی کا  
 فرق ہے اور بخاری ص ۶۸ میں ہے عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لا تجھربصلا  
 ولا تخافت بها قال نزلت ورسول اللہ صلعم مختلفی بمکة کان اذا صلی باصحابہ  
 رفع صوته بالقراں فاذا سمع المشکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء به  
 فقال اللہ تعالیٰ لنبيہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجھربصلا تک ای بقراءت  
 فیسمع المشکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بها عن اصحابک فلا تسمعہم  
 وابتغ بین ذلک سبیلہ - ترجمہ ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول لا تجھربصلا  
 ولا تخافت بها کی تفسیر میں روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ  
 اور آہستہ

یکہ صینکمہ حتی ظننت انہ سیکتب علیکم۔ ترجمہ زید بن ثابت سے روایت ہے کہ  
 حجرہ بنایا رسول اللہ صلم نے کھجور کے پٹھے یا چٹائی سے ایک چھوٹا حجرہ پس حضرت صلعم  
 اوسین نماز پڑھتے تھے کچھ لوگوں نے تحقیق اسکی کیا اور اگر حضرت کی نماز کے ساتھ  
 پڑھنے لگے جب دوسری رات ہوئی تو لوگ حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلم نے  
 تاخیر کی اور انکی طرف نہیں نکلے لوگوں نے اپنی آوازیں بلند کیں اور دروازے پر  
 کونکری پھینکیں حضرت صلعم غصہ کی حالت میں نکلے اور فرمایا یہ فعل تمہارا اہمیت لگی کا  
 معلوم کر کے میں نے گمان کیا کہ کہیں تمہارے نماز فرض نہ کیجاوے ابوداؤد و مطبوعہ  
 مصر ص ۳۱۷ میں ہے عن ابی قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ فاذا هو  
 بالی بکر رضی اللہ عنہ یخفض من صوته قال و مر بمرین الخطاب و هو یصلی رافعا صوته  
 فلما اجتمعا عند النبی صلم قال صلی اللہ علیہ وسلم یا بکر مہرت بک و انت  
 تصلی تخفض صوتک قال قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ قال و قال لعمری  
 مہرت بک و انت تصلی رافعا صوتک قال نقال یا رسول اللہ ان قظ الوسنان  
 و اطرد الشیطان سزا د احسن فی حدیثہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 یا بکر ارفع من صوتک شیئا و قال لعمری اخفض من صوتک شئنا۔ ترجمہ  
 ابوقتادہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات کو نکلے ناگاہ بکر  
 نماز پڑھتے تھے اپنی آواز پست کر رہے تھے راوی نے کہا حضرت صلعم حضور پر  
 پر گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اپنی آواز کو بلند کئے ہوئے تھے جبکہ دونوں  
 حضرت صلعم کے پاس جمع ہوئے حضرت صلعم نے فرمایا اے ابابکر میں تیرے  
 پاس سے ہو کر گذرا اور تو نماز پڑھ رہا تھا اپنے آواز کو پست کئے تھا ابوبکر نے کہا  
 میں سننا تھا جس سے مناجات کر رہا تھا اے رسول اللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 کہا میں تیرے پاس ہو کر گذرا اور تو نماز پڑھ رہا تھا اپنی آواز کو بلند کئے تھا

کے معنی صوت سری کے ہوتے تو یہ آیت ہی کیون نازل ہوئی تیز اسی صفحہ مخاری  
مین ہے عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقتقد ثابت بن قیس  
فقال رجل یا رسول اللہ انا اعلمک علم فائزاً فوجد لا جالساً فی بیتہ  
منکسداً راسہ فقال ما شانک فقال شرکان یرفع صوته فوق صوت النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فقد حبط عملہ وهو من اهل النار قالی الرجل النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم فاخبرہ انه قال کذا وکذا فقال موسی فرجع الیہ المراتۃ  
الاخری بلبث اسرة عظيمة فقال اذهب الیہ فقل لہ انک لست من اهل  
النار وکنک من اهل الجنة - ترجمہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلعم  
نے ثابت بن قیس کو نہ پایا ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اس کی خبر آپ کے  
پاس لاؤں گا پس وہ آدمی ثابت کے پاس آیا پس اس کو پایا کہ سر جھکائے بیٹھا اور  
پوچھا تیرا کیا حال ہے ثابت نے کہا حال میرا بڑا ہے وہ اپنی آواز نبی صلعم کی آواز پر  
بلند کرتا تھا تو اب عمل میرا سا قط ہو گیا اور سختی جہنم کا بن گیا وہ آدمی حضرت صلعم کے  
پاس آیا اور آپ کو خبر دیا کہ ثابت نے یہ یہ کہا ہے راوی موسی نے کہا کہ پھر طرف  
ثابت کے بڑی خوشخبری لیکر واپس آیا حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو جا کر اس سے  
کہو کہ تو اہل نار سے نہیں تو اہل جنت سے ہے - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ  
حضرت صلعم جب کہہ فرماتے تھے تو ثابت کی آواز آپ کی آواز پر بلند ہوتی تھی -  
اور بخاری ص ۹۰ مین ہے عن زید بن ثابت قال احتج رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم بحیوة مخضفة او حصیر اخضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی  
فیہا فتتبع الیہ رجال یصلون بصلواتہ ثم جاء الیہ فحضروا الیہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہم فلم یخرج الیہم فرقعوا اصواتہم وحصیل  
الماء فخرج الیہم متغلباً فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزلوا



کہ آپ کے متصل مہاجرین اور انصار کھڑے ہوں تاکہ آپ سے احکام نماز کو سیکھیں  
 تو بموجب اس روایت کے وائل یا تو دوسری یا تیسری یا آخر کی صف میں ہونگے اور  
 دوسری یا تیسری صف میں آمین کی آواز تب ہی سنی جاوے گی جبکہ بہت زور سے کہی جائے گی  
 آپکا استدلال اس حدیث سے تب صحیح ہوتا جب آپ یہ ثابت کرتے کہ وائل صف اول میں  
 محاذات میں آپ کے کھڑے تھے اور یہ آپ نے اب تک ثابت نہیں کیا (انا خلعہ) سے آپکا مطلب  
 ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جس قدر مقتدی امام کے ساتھ ہوتے ہیں گو وہ صف اول  
 میں ہوں یا دوسری صف یا تیسری صف میں سب ہی امام کے پیچھے جھے جانے میں غرض  
 یہ حدیث ہمارے مؤید نکلی اور دوسری حدیث جو مسند حمیدی کی آپ نے اپنی مطلب  
 کی تائید کے لئے رکھی ہے اسکا حال مفصل پہلو گذر چکا کہ وہ قابل احتجاج کے نہیں ہے۔  
**فائدہ** اس صفحہ ۲۳ میں جو آپ نے روایت مسند حمیدی کو ذکر کیا ہے تو  
 جو اصل روایت تھی کہ وہ ہم نے بواسطہ فتح الباری نقل کیا ہے اسی طرح آپ نے  
 بھی نقل کیا ہے ان الفاظ سے (قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول)  
 یعنی لفظ (قال آمین) ہے نہ (رفع صوته بآمین) اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم سے جو حق بات  
 تھی یہاں نکلوا دی ہے ان الکذب قد یصدق۔ خلاصہ کلام و سلام مرام یہ ہے  
 کہ حدیث وائل بن حجر کی رفع بھا صوتہ صحیح ہے اور اخفی بھا صوتہ شاذ و رد۔  
**قول مولف** مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ باوجود اس امر کے کہ سنی الوسع تطبیق  
 دینا چاہئے اکثر محدثین نے یہاں پہلو تہی کی اور شعبہ ایسے جلیل القدر کے تخطیہ پر  
 امداد ہو گئے الخ۔

میں کہتا ہوں محدثین سابقین شل آپ کے نہ تھے وہ ماہر الاصول تھے مانتے  
 تھے کہ ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں تعارض تب سمجھا جاتا ہے جب دونوں کا  
 درجہ مساوی ہو اور تطبیق بلا تعسف کے ہو سکے یہاں نہ تعارض تھا نہ تطبیق بلا

حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ میں سو توں کو جگاتا تھا اور شیطان کو بھگاتا تھا حسن نے اپنی حدیث میں اتنا اور زیادہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ابو بکرؓ اپنی آواز کو کچھ بلند کر اور حضرت عمرؓ سے فرمایا اپنی آواز کچھ نیست کر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفع صوت سے آدمی سویا ہوا بھی جاگ پڑتا ہے اگر مین ابوداؤد کی کل احادیث ہمیں لفظ رفع صوتہ کا محاورہ ہے لکھنوں اور پھر اور کتب حدیث کی احادیث کو تو اس رسالے کا حجم بہت بڑھ جائے اہل انصاف کے واسطے اسقدر احادیث کافی وافی ثانی ہیں۔ حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ ہے کہ کسی کتاب اخت میں اور محاورہ قرآن و حدیث میں رفع صوتہ کے معنی رفع صوت مری کے نہیں اگر یہ حضرت نبویؐ کی طبع زادات ہے اور آپؐ نے اس اپنی تطبیق پر جس پر آپؐ کو ناز تھا روایت عبد الجبار سے جو پہلے منقول ہوئی استدلال کی نہ حالانکہ یہ روایت منقطع ہے خود آپؐ نے اپنی اس رسالے کے صفحہ ۱۹ میں اقرار کیا ہے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا الفاظ آپؐ یہ ہیں (ابن عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا) جبکہ آپؐ کو خود اقرار ہے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا پھر ہمارے مقابلہ میں ایسی روایت سے استدلال کرنا یا تو آپؐ کے فہم کی خوبی رہے یا وہی سوء حافظہ کی وجہ ہے اگر یہ روایت صحیحہ بھی مانی جاوے تو بھی ہمارے مطلب کے موافق ہے کیونکہ اس میں واکل کہتے ہیں کہ میں حضرت کے پیچھے تھا میں نے آئین کی آواز آپؐ کی شنی ظاہر ہے کہ صف اول میں تو مہاجرین اولین آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے بموجب حدیث لیلیٰ منکم اولی الاہلام والنہی ثم الذین یدعونہم ثم الذین یدعونہم یعنی میرے قریب وہ آدمی ہوں جو تم میں صاحب عقل و فہم و فراست کے ہیں پھر وہ آدمی جو فہم میں اونکے قریب ہیں پھر وہ جو اونکے قریب ہیں یہ روایت ترمذی ص ۳۱ میں ہے اسکے بعد ترمذی نقل کرتے ہیں کہ حضرت مسلم کو پسند آتا تھا

بن بشار دیکھا تھا عن غندر قال ابو بکر نا محمد بن جعفر غندر عن شعبۃ عن  
 یحییٰ بن یزید الہنائی قال سألت انس بن مالک عن قصر الصلوة فقال کانت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا خرج ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ  
 شعبۃ الشناک صلی رکعتین۔ ترجمہ یحییٰ بن یزید حنائی کہتے ہیں کہ میں نے انس  
 بن مالک سے سوال کیا نماز کے قصر کرنے کا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین سیل یا تین  
 فرسخ نکلتے تھے شعبۃ نے تنگ کیا ہے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اس حدیث  
 میں بھی ہے کہ شعبۃ کو یاد نہ رہا شک ہے کہا کہ تین سیل تھے یا تین فرسخ نیز ۲۵۹ میں ہے  
 عن ابی بن کعب قال قال ابی فی لیلة القدس اللہ انی لا علمہا واکثر علی فی اللیلة  
 اللتی امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیامہا ہی لیلة سبع وعشرین انما شک  
 شخبۃ فی هذا الحرم ہی اللیلة التی امرنا بها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
 ترجمہ ابی بن کعب نے لیلة القدر کے بارے میں فرمایا اللہ کی قسم میں اسکو جانتا  
 ہوں سیر اکثر گمان یہ ہے کہ لیلة القدر وہ رات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا  
 اس کے قیام کا وہ ستائیسویں رات ہے شعبۃ نے اس حرف (وہ رات ہے جسکا ہمکو رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہے) میں شک کیا ہے اور ترمذی مشین ہے ورمزی شعبۃ هذا  
 الحدیث عن خالد بن علقمة نا خطابی اسمہ واسم ابیہ فقال مالک بن عرفطہ۔  
 ترجمہ شعبۃ نے اس حدیث کو خالد بن علقمہ سے روایت کیا پس اسکو نام اور اس کے  
 باپ کے نام میں خطا کی پس کہا مالک بن عرفطہ اور ابو داؤد مطبوعہ مصر ۱۲۸۵ میں ہے  
 حدثننا ابن بشار ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی شعیب عن طاؤس قال سئل ابن  
 عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت احدا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم یصلیہما ورخص فی الرکعتین بعد العصر قال ابو داؤد سمعت یحییٰ بن  
 معین یقول هو شعیب یعنی وہم شعبۃ فی اسمہ۔ ترجمہ طاؤس سے روایت

تصنف ہو سکتی تھی اس سے پیشروشی اور پہلو تہی کی

قول مولف عینی نے بنایہ شرح ہدایہ اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں  
کیا خوب لکھا ہے و تخطیۃ مثل شعبۂ خطا و کیف وہو امیر المؤمنین فی الحدیث سخت  
تعجب تو یہ ہے کہ امام بخاری کے تخطیہ کی صحت پر لوگ بہت زور دیتے ہیں اور اثنا  
نہیں خیال کرتے کہ جو شخص ایک حدیث میں تین خطائیں کرے اس کی ردا  
کا کیا ٹھکانا الخ۔

میں کہتا ہوں اس میں کلام ہے رد وجہ سے اول یہ کہ عینی جیسے متعصب  
حنفی کا یہ کہنا کہ تخطیۃ مثل شعبۂ خطا ہے محض تعصب مذہبی سے یہ کلام صادر ہوا  
ہے جسے کتب احادیث کو دیکھا ہے او سپر پوشیدہ نہیں کہ شعبۂ خطا و شک  
متعدد مواضع میں ہوئی ہے چند مثالیں اس کی کتب حدیث سے دین اس مقام پر  
نقل کرتا ہوں مسلم جلد اول ص ۲۲۶ میں ہے حدیثنا محمد بن مشنی و محمد بن بشار  
قالا ابن المثنی ثنا محمد بن جعفر قال نا شعبۂ قال سمعت قتادۃ یحدث  
عن ابی حسان عن عبیدۃ بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یوم الاحزاب شغلونا عن صلوۃ الوسطی حتی آتت الشمس ملاء اللہ قیام  
نا راہیونہم او یلعونہم شک شعبۂ فی البیعت و البطون ترجمہ  
علی رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن احزاب کے فرمایا کہ کفار نے ہمارے  
نماز وسطی سے شغول کیا یعنی پڑھنے نہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اللہ  
تعالیٰ انکی قبروں اور گھروں کو یا پیٹوں کو آگ سے بھرے شعبۂ نے بیوت  
اور بطون میں شک کیا ہے یعنی شعبۂ کو یاد نہیں رہا کہ یہ لفظ بیوت کا قتادہ  
نے کہا یا بطون کا مگر سعید نے جو قتادہ سے روایت کی ہے اس میں شک  
نہیں دیکھو مسلم ص ۲۲۶ نیز مسلم ص ۲۲۶ میں ہے حدیثنا ابو یکرین ابی شیبۃ و محمد

کما یجی مغرب -

**قول مؤلف** شعبہ کے اس کہنے سے کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں یہ ثابت نہیں  
کہ نفس الامر میں وہ ایسے ہی تھے جو لوگ اچھے ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو کسی پر  
بڑھاتے نہیں الخ -

میں کہتا ہوں شعبہ نے جو یہ اقرار کیا ہے کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں یہ افراد  
بہت ٹھیک اور صحیح ہے شعبہ نے جو نفس الامر میں تھا اس کا انکار کیا ہے اور کہہ رہی ہیں کہ  
کفر نفسی ہوتی تو شعبہ یہ کہتے کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں مجھ سے اب اچھے ہیں - ملا وہ  
نقل روایت حدیث میں کفر نفسی کر کے اپنے آپ کو بے اعتبار ٹھہرانا اپنی حدیث کہ  
بے اعتبار کرنا ہے - اگر یہی بات تھی تو شعبہ نے اور کسی کے مقابلہ میں یہ کیوں نہیں کہا کہ  
فلانا یا سب مجھ سے احفظ ہیں آپ کا یہ جواب بعیدہ شیعہ امامیہ کا سا جواب ہے جو روایت  
بخاری شریفہ کے محدثین حنفیہ نے حضرت علی سے پوچھا کہ سب سے افضل کون ہیں  
حضرت علی نے کہا کہ ابوبکر پھر عرض تو شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے کفر نفسی سے  
کہا ہے اچھے لوگ ایسے ہی کہتے ہیں نفس الامر میں ابوبکر ایسے نہ تھے کہ آپ اس کا جواب  
کیا دیتے گا جو جواب آپ شیعہ امامیہ کا دیجئے گا وہی سفیان کا جواب ہے اور آئندہ  
مفصل اسکی آتی ہے -

**قول مؤلف** رہی یہ بات کہ یحییٰ بن سعید قطان اور یحییٰ بن معین نے مخالفت کے  
وقت قول سفیان اختیار کرنے کو کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختلاف سے مراد  
اختلاف فی الفاظ ہے نہ فی الروایۃ کیونکہ خود یحییٰ بن سعید نے کہا ہے کہ روایت میں  
شعبہ سفیان سے احفظ ہیں -

میں کہتا ہوں - حضرت یحییٰ بن سعید صاحب جھوٹے لکھنے و افزا باندھنے میں کیسے مشاق  
ہیں کسی جگہ یحییٰ بن سعید نے نہیں کہا کہ سفیان سے شعبہ روایت میں احفظ ہیں یہ فقط

ہے کہا ابن عمر پوچھے گئے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے میں اس عمر سے  
 فرمایا میں نے حضرت صلعم کے زمانہ میں کسی کو نہیں دیکھا کہ اونکو پڑھتا ہو عصر کے بعد  
 دو رکعت پڑھنے کی اجازت ہے ابو داؤد نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معین سے  
 سنا فرماتے تھے یہ راوی شعیب بن یحییٰ شعیب نے اس کے نام میں وہم کر کے ابو شعیب  
 کہا ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ شعبہ کو روایت آمین میں ہی شک و خطا نہیں  
 ہو بلکہ اس واسطے بھی وہم و خطا ہوئی ہے میں نے پانچ مثالیں نقل کر دی ہیں جن میں  
 وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں ترجمہ شعبہ میں فرمایا ہے  
 قال الدارقطنی فی العلل کان شعبۃ یخطی فی اسماء الرجال کشیوا یعنی اقطنی  
 نے علل میں کہا ہے کہ شعبہ اسماء الرجال میں بہت خطا کرتے تھے۔ اور مجھے جو اوپر  
 مثالیں لکھی ہیں اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبہ کو ستون حدیث میں بھی خطا ہوتی تھی  
 وسم وسم امام بخاری نے ہی تخطیہ شعبہ کا نہیں کیا بلکہ کل محدثین کا اتفاق تخطیہ  
 شعبہ پر ہے محقق منصفیہ تراجمی حنفی اصحاب الراہین فرماتے ہیں وقد اجمع الحفاظ البخاری  
 و ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ و ابن حبان و ابن خلیفہ و غیرہ اجماع کیا ہے کہ شعبہ نے  
 کیا بلکہ کل حفاظ حدیث کا تخطیہ شعبہ پر اجماع ہے۔ اگر کسی راوی سے بعض مواضع  
 میں خطا ہو جائے تو اسکی روایت میں کچھ فرق نہیں پڑتا کتب اصول میں یہ بات  
 صریح ہو چکی ہے۔

**قول مؤلف** رہی یہ بات کہ سفیان اعظمی یا شعبہ تو میں باوازل بلند کہتا  
 ہوں کہ امین بھی لوگ مغلطہ میں پڑے ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ آواز بلند آپکی سہی ہے یا بھری معلوم ہوتا ہے یہ صوت  
 ہے اسکو کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ خود مغلطہ میں پڑے ہیں نہ اور لوگ معقین

یا شعبہ تو انہوں نے جواب دیا کہ انہیں شعبہ اقویٰ تھے اور یحییٰ بن سعید نے یہ  
 بھی کہا کہ شعبہ کو علم رجال عن فلان عن فلان بڑا ہوا تھا اور سفیان صاحب البو  
 یعنی فقہیہ تھے ترمذی کی اس روایت سے صاف ثابت ہو گیا کہ نقاد رجال یحییٰ  
 بن سعید قطان کی تحقیق یہ تھی کہ شعبہ کا علم رجال بڑا ہوا تھا اور حدیثوں میں  
 وہ سفیان سے زیادہ تر حافظ تھے پس یہی وغیرہ نے جو سفیان کو بہ نسبت  
 شعبہ محفوظ ثابت کرنے میں بہت زور لگا یا ہے جبار شتورا ہو گیا۔

میں کہتا ہوں عبارت ترمذی کا آپ نے مطلب نہیں سمجھا اس عبارت ترمذی  
 کا مطلب یہ ہے کہ شعبہ فقط رجال یعنی سند کو خوب یاد رکھتے تھے اور سفیان  
 متون احادیث کو کیونکہ وہ صاحب الابواب تھے یعنی مجتہد اور مجتہد کو متون یاد  
 رکھنے کی زیادہ حاجت ہوتی ہے اور امر کا ترجمہ جو آپ نے اقویٰ کیا ہے یہ کس  
 لغت کا محاورہ ہے ذرا کتب لغت سے پتہ بتائے موقوف جبل نے محشی ترمذی  
 کی تقلید سے ترمذی کی عبارت کا کچھ خیال نہ کیا اب میں طالبین تحقیق کے  
 لئے مورد اس عبارت کا لکھ دیتا ہوں تاکہ اہل تحقیق کو معلوم ہو جائے کہ یحییٰ  
 بن قطان و ترمذی کا مطلب حفظ سے کیا ہے ایفا فی الروایۃ یا فی الدراۃ ترمذی  
 جلد ثانی ص ۱۲۹ میں ہے حدیثنا محمود بن غیلان نا بئیر بن السری ناسفیان عن  
 علقمۃ بن مرثد عن ابی عبد الرحمن بن عثمان قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم  
 خیر کھاد افضلکم من تعلم القرآن و علمہ حدیث حسن صحیح و ہکذا روی  
 عبد الرحمن بن مہدی وغیرہ واحد عن سفیان الثوری عن علقمۃ بن مرثد عن  
 ابی عبد الرحمن بن عثمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سفیان لا ینکر فیہ  
 عن سعد بن عبیدۃ و قد روی یحییٰ بن سعید القطان ہذا الحدیث عن سفیان  
 و شعبۃ عن علقمۃ بن مرثد عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمن بن عثمان

شوق صاحب کا شوقیہ مصنفوں ہے ورنہ اصل میں وہی بات ہے جو یحییٰ بن یحییٰ نے کہی  
 ہے کہ سفیان شعبہ سے اخفہ ہیں۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں ترجمہ سفیان  
 میں فرماتے ہیں۔ قال ابو حاتم و ابو زرعة و ابن معين هو اخفہ من شعبۃ و  
 قال صالح بن محمد سفیان ليس يتقدمه عندی احد فی الدنيا و اخفہ و اکثر حدیثاً  
 من مالک ترجمہ ابو حاتم و ابو زرعة و ابن معین نے کہا کہ سفیان زیادہ یاد  
 رکھنے والے ہیں شعبہ سے صالح بن محمد نے کہا میرے نزدیک دنیا میں سفیان سے بڑھ کر  
 کوئی نہیں سفیان امام مالک سے زیادہ یاد رکھنے والے اور زیادہ حدیث کے جاننے  
 والے ہیں۔ اہل علم غور فرما دیں کہ ابو حاتم و یحییٰ بن معین و ابو زرعة وغیرہم نے سفیان  
 کو شعبہ سے اخفہ فرمایا ہے جس کے معنی زیادہ یاد رکھنے والے ہیں نہ افقہ اگر اختلاف  
 سے مراد اختلاف فی الفقہ ہو تو لوگ سفیان کے حق میں افقہ من شعبۃ فرماتے نہ اخفہ  
 جس شخص کو ذرا بھی کلام عرب سے ماریست ہوگی وہ اس بات سے انکار نہ کرے گا  
**قول مؤلف** ترمذی نے کتاب الملل میں روایت کی ہے حدیث ابو یکر عن علی بن  
 عبد اللہ قال سمعت یحیی بن سعید یقول لیس احد احب الی من شعبۃ و لا  
 یعدلہ احد عندی و اذا خالفہ سفیان اخذت بقول سفیان قال علی قلت  
 لیحیی ایہما کان اخفہ للاحادیث الطوال سفیان او شعبۃ قال کان شعبۃ  
 اتر فیہا و قال یحیی بن سعید و کان شعبۃ اعلم بالرجال فلا ان عن فلان  
 و کان سفیان صاحب الکتاب اب یعنی ہم سے ابو بکر نے روایت کی کہ علی بن مدینی  
 نے کہا کہ میں یحیی بن سعید قطان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص شعبہ سے بڑھ کر کہو  
 پیارا نہیں میرے نزدیک ان کا کوئی عدیل نہیں اور جب اس سے سفیان مخالفت  
 کرتے ہیں تو سفیان ہی کا قول اختیار کرتا ہوں کہا علی بن مدینی نے کہ میں نے  
 یحیی بن سعید سے پوچھا کہ بڑی بڑی حدیثوں کا زیادہ تر حافظ کون تھا سفیان



عبدالرحمن سے وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے وہ نبی مسلم سے۔ محمد بن بشار نے کہا اصحاب  
سفیان کے جو سفیان سے روایت کرتے ہیں تو وہ سعد بن عبیدہ کا ذکر سفیان  
کی روایت میں نہیں کرتے محمد بن بشار نے کہا نہ ذکر کرنا سعد بن عبیدہ کا زیادہ  
صحیح یہی ہے ابو عیسیٰ کہتے ہیں شعبہ نے اس اسناد میں سعد بن عبیدہ کو زیادہ کیسا  
سے اور روایت سفیان کی زیادہ مشابہ صلوب سے ہے علی بن عبداللہ نے کہا  
وہ یحییٰ بن سعید سے نقل کرتے ہیں کہ میرے نزدیک کوئی شعبہ کے برابر نہیں ہے  
اور جب سفیان شعبہ کا خلاف کرتے ہیں تو میں قول سفیان کا لیتا ہوں میں نے اباعامر  
سے سنا وہ کہج سے ذکر کرتے تھے کہ شعبہ نے کہا سفیان مجھ سے بہت یاد رکھنے والی  
ہیں سفیان نے کسی آدمی کی روایت مجھ سے نہیں بیان کی پس میں نے اس  
روایت سے پھر اس سے سوال کیا جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی پھر بیان  
کیا عبارت ترمذی سے معلوم ہوا کہ شعبہ نے اسناد حدیث میں سعد بن عبیدہ  
کو زیادہ کر دیا اور سفیان کی سند میں سعد بن عبیدہ کا ذکر نہیں ہے اباسی  
مقام پر ترمذی یحییٰ بن سعید قطان سے نقل کرتے ہیں کہ جب سفیان اور شعبہ کا پس  
میں اختلاف ہوتا ہے تو میں قول سفیان کو لیتا ہوں جیسے یہاں سفیان کی روایت  
میں سعد بن عبیدہ کا ذکر نہیں ہے تو اب قول سفیان کا میں لوں گا۔ اسی کے بعد  
ترمذی نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ سفیان مجھ سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں اور زیادتی  
حفظ کی وجہ بھی شعبہ نے بتا دی ہے اسے ناظرین آپ اس عبارت کا ملاحظہ فرما کر  
بخوبی معلوم کر جائیگا کہ مراد یحییٰ بن سعید کی مخالفت سے مخالفت فی الحدیث ہے  
نہ مخالفت فی الفتاویٰ ابو داؤد و مطبوعہ مصر جلد ثانی کے صفحہ ۱۷۷ میں ہے حدیث  
عبید اللہ بن معاذ ثنا ابی ثناء سفیان عن سماک بن حرب حدیثی سوید بن قیس  
قال جلبت انا و الخمرمة العبیدی بنرا من ہجر فاتیابہ مکة فجاؤنا رسول اللہ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا بذک محمد بن بشار ونا یحیی بن سعید عن  
 سفیان و شعبۃ قال محمد بن بشار وھکذا ذکرنا یحیی بن سعید عن سفیان  
 و شعبۃ غیر مرۃ عن علقمۃ بن مرثد عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد اللہ  
 عن عثمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال محمد بن بشار و اصحاب  
 سفیان لا یذکرون فیہ عن سفیان عن سعد بن عبیدۃ قال محمد بن بشار  
 وھو صحیح قال ابو عیسی و قد نرا شعبۃ فی اسناد ھذا الحدیث سعد بن  
 عبیدۃ و کان حدیث سفیان اشبه قال علی بن عبد اللہ قال یحیی بن سعید  
 ما احد یعدل عندک شعبۃ و اذا خالفہ سفیان اخذت بقول سفیان  
 سمعت ابی اعمار یدکر عن وکیع قال شعبۃ سفیان احفظ منی و ما حدثنی  
 سفیان عن احد سنتی فسالته الا رجعتہ کما حدثنی و فی الباب عن علی و  
 سعد - ترجمہ عثمان رضی سے روایت ہے کہا فسما یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے بہتر بتیارایا افضل تمہارا وہ ہے جسے وہ ان کو سیکھا اور سکھایا ہے  
 حدیث صحیح ہے اس طرح سے عبد الرحمن بن مہدی اور بہت لوگوں نے  
 سفیان ثوری سے روایت کی ہے وہ علقمۃ بن مرثد سے روایت کرتے ہیں وہ  
 ابی عبد الرحمن سے وہ عثمان سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سفیان نے اس حدیث میں سعد  
 بن عبیدہ کا ذکر نہیں کیا اور بیشک یحیی بن سعید قطان نے اس حدیث کو سفیان  
 اور شعبہ سے روایت کیا ہے وہ علقمۃ بن مرثد سے روایت کرتے ہیں وہ سعد بن  
 عبیدہ سے وہ ابی عبد الرحمن سے وہ عثمان سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو ہم سے محمد بن  
 بشار نے بیان کیا کہا اسے حدیث بیان کی یحیی بن سعید نے سفیان اور شعبہ  
 محمد بن بشار نے کہا ایسے ہی ذکر کیا ہے اسکو یحیی بن سعید نے سفیان اور شعبہ  
 سے بہت دفعہ علقمۃ بن مرثد سے وہ سعد بن عبیدہ سے روایت کرتے ہیں وہ ابی

بین خلاف کیا ہے کہا سر توڑا تو نے میرا۔ اور یحییٰ بن معین سے بھگور وایت  
 پہونچی ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا جو آدمی سفیان کا خلاف کرے تو قول سفیان  
 کا ہی معتبر ہوگا اور احمد بن حنبل نے ہم سے حدیث بیان کی کہا ہم سے وکیع نے حدیث  
 بیان کی وہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہا سفیان نے شعبہ مجہد سے زیادہ یاد رکھنے  
 والے ہیں۔ ابوداؤد کی عبارت سے چند امر معلوم ہوئے اول یہ کہ سفیان  
 نے کہا کہ وہاں ایک آدمی تھا جو مزدوری لیکر تولتا تھا اور شعبہ نے یہ نہیں کہا  
 و دوم اس حدیث کے ایک خاص جملہ میں شعبہ اور سفیان کا اختلاف تھا۔ سوم  
 ابوداؤد نے اس مقام پر یہ کہا کہ قول معتبر سفیان کا ہے کیونکہ اس کے متابعین  
 بھی ہے پھر اپنے قول کی تائید یحییٰ بن معین و خود شعبہ کے قول سے کی کہ کیا ہی کوئی  
 شخص سفیان کا خلاف کرے قول معتبر سفیان کا ہی ٹھہرے گا آخر ناظرین اب آپ نصف  
 کی نگاہ سے ہماری تحریر کا ملاحظہ فرما کر داد وین کہ اختلاف سے مراد اختلاف فی الزم  
 ہے یا اختلاف فی الفقه ؟

**قول مؤلف** رہی وجہ ثانی یعنی حدیث سفیان کی لوگوں نے متابعت کی ہے  
 وہ کچھ مضمر نہیں کیونکہ جب حدیث شعبہ بسند متصل ثابت ہے اور اسکو کل اوئی  
 بھی ثقہ ہیں اور میں نے جو تطبیق دی اس سے منافات دور ہو جاتی ہے تو حدیث  
 شعبہ کو مرجوح و شاذ قرار دیکر نظر انداز نہیں کر سکتے الخ۔

میں کہتا ہوں آپکی تطبیق کا حال تو پہلے بخوبی معلوم ہو گیا اب آپ سے  
 اتنی اور گزارش ہے کہ آپ ذرا تعریف حدیث شاذ کی کتب اصول حدیث  
 سے دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ حدیث شعبہ کی شاذ مرجوح ہے اور  
 کسی حدیث کا متصل السند اور اسکو راویوں کا ثقہ ہونا منافی شاذ کے نہیں  
 کیونکہ شاذ اسی حدیث کو کہتے ہیں جو متصل الاسناد ہوتی ہے راوی اسکے

صلی اللہ علیہ وسلم پیشی فسا و منا لبسا و بل فبعتا و ثم رجلا یزید با لہجر  
 فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زن و اسرجہ حدثنا حفص بن عمر و  
 مسلم بن ابراہیم المعنی قریب قال حدثنا شعبہ عن سماک بن حرب عن  
 ابی صفوان بن عمیرة قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکة قبل  
 ان یہاجر بہذا الحدیث ولم یدکر یزید با جہ قال ابو داؤد و درودا قیس  
 كما قال سفیان و القول قول سفیان حدثنا ابن ابی رزمة سمعت ابی القول  
 قال رجل لشعبہ خالفک سفیان قال دمغتني وبلغنی عن یحیی بن معین  
 قال کل من خالف سفیان فالقول قول سفیان حدثنا احمد بن حنبل ثنا وکیع  
 عن شعبہ قال کان سفیان احفظ منی - ترجمہ سوید بن قیس سے  
 روایت ہے کہا میں اور خرمہ عبدی کپڑا بھر سے مکہ میں لاکے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم ہمارے یہاں پیدل آئے ہم سے ایک پاجامہ کا بھاؤ کیا ہم نے آپ کے  
 ہاتھ پاجامہ بچھ دیا اور اس جگہ ایک آدمی تھا جو مزدوری لیکر تولتا تھا پس حضرت  
 صلعم نے اوسکو کہا کہ تول دے اور جھکتا دے ابو داؤد نے کہا ہم سے حدیث  
 بیان کی حفص بن عمر اور مسلم بن ابراہیم نے دونوں کے معنی قریب ہیں دونوں  
 کہا ہم سے حدیث بیان کی شعبہ نے وہ سماک بن حرب سے روایت کرتے ہیں وہ  
 ابی صفوان بن عمیہ سے ابی صفوان نے کہا کہ میں رسول اللہ صلعم کے پاس  
 مکہ میں آیا پہلے اس کو آپ ہجرت کرین شعبہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور نہیں ذکر  
 کیا کہ وہاں ایک آدمی مزدوری لیکر تولتا تھا ابو داؤد نے کہا اس حدیث  
 کو قیس نے بھی روایت کیا ہے جیسے سفیان نے روایت کی تھی اور قول معتبر  
 قول سفیان کا ہے - ہم سے ابن ابی رزمہ نے حدیث بیان کی کہا میں نے اپنے باپ  
 سے سنا کہتے تھے کہ ایک آدمی نے شعبہ سے کہا کہ سفیان سے تو تیرا اس حدیث

قول متخلف مگر میرے نزدیک حقیقت میں وائل بن حجر کی زبان سے نہ  
تو مدبھا صوتہ وغیرہ نکلے ہیں اور نہ اخفی بھا صوتہ وغیرہ بلکہ اصل میں  
یون کہا ہے قال آمین فسمعتہ وانا خلفہ یعنی آپ نے آمین کہی اور میں نے  
اوسکو سن لیا کیونکہ میں آپ کے ہی پیچھے کھڑا ہوا تھا چونکہ سموع ہونے سے  
یہ بات نکلتی ہے کہ آپ نے آمین جی میں نہیں کہی تھی بلکہ کچھ زور سے کہی تھی لوگوں  
نے اوسکو مدبھا صوتہ سے تعبیر کیا اور چونکہ فسمعتہ وانا خلفہ سے یہ بھی نکلتا ہے  
کہ آپ نے تکبیر وغیرہ کی طرح آمین زور سے نہیں کہی تھی بعضوں نے اسکو اخفی  
بھا صوتہ سے تعبیر کیا فافہموا تشکروا الحمد للہ علی ما الہمنی فی هذا الباب  
میں کہتا ہوں الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قلم سے جو حق بات تھی وہ ظاہر کرادی  
کہ اصل میں اخفی بھا صوتہ نہیں ہے اخفی بھا صوتہ محض غلط ہے یہ وہی جملہ  
(اخفی بھا صوتہ) کا جو روایت شعبہ میں واقع ہوا ہے اور جسکی صحت پر آپ نے  
اپنے زعم میں بہت زور لگایا تھا اب اس مقام پر آپ نے خود ہی اوسکو غلط ٹھہرایا  
بخیر بولت البیوت یا دیدیمہ وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الاالباب۔ رہا  
(سرف بھا صوتہ) کا جملہ کہ وائل بن حجر کی زبان سے نکلا ہے یا نہیں سو میں کہتا  
ہوں کہ خود آپ نے اسی رسالے جبل المتین کے صلاۃ میں اقرار کیا ہے کہ وائل  
بن حجر کے حدیث کے اصل لفظ رفع بھا صوتہ ہیں عبارت آپ کی یہ ہے (الختصر  
وائل بن حجر کی حدیث کو سلمہ بن کہیل کے چار شاگرد روایت کرتے ہیں انہیں بحسنہ  
علی بن صالح کے کسی نے جہر کا لفظ نہیں کہا پس معلوم ہوا کہ اصل میں رفع بھا صوتہ  
ہے ) اور اسی صفحہ کے شروع میں آپ نے فرمایا ہے (کہ یہاں زاوی نے  
نقل بالمعنی کی ہے جہر کے بدلے اصل میں رفع صوت ہے ) اس جگہ آپ نے خود  
ہی اپنے کلام کی تکذیب کر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وائل بن حجر کی

سب ثقہ ہوتے ہیں مگر ایک ثقہ نے دوسرے بہت سے ثقات کا خلاف روایت  
میں کیا ہوتا ہے جیسے اس حدیث متنازع فیہ میں ہے کیونکہ سلم بن کہیل سے  
شعبہ نے خفض بھا صوتہ داخل فی بھا صوتہ روایت کیا ہے اور سفیان ثوری  
و دیگر ثقات نے سلم بن کہیل سے دفع بھا صوتہ و مد بھا صوتہ روایت کیا ہے  
تو اب شعبہ کی روایت سب ثقات کی روایت کے مخالف ٹھہری جو قاعدہ  
اصول سے شاذ ہوئی افسوس کہ ہمارے مخاطب شوق صاحب کو کتب اصول سے  
ذرا بھی مارت نہیں ہو اور دعویٰ دیکھو تو یہ -

**قول مؤلف** اور شعبہ کو دونوں طرح دو سندوں سے پہنچی لہذا  
شعبہ نے بھی دونوں طرح روایت کی اور شعبہ کا دونوں طرح روایت  
کرنا اس تقدیر پر کہا جاتا کہ یہی زبور روایت کی ہے اسکی سند صحیح تسلیم کر لی  
جائے الی قولہ فالحمد للہ علی ذلک -

میں کہتا ہوں شعبہ کو نقط سلم بن کہیل کے واسطے سے ہی یہ حدیث پہنچی  
ہے نہ دوسری کسی سند سے یہ آپکا مغالطہ ہے کہ شعبہ کو دو سندوں سے روایت  
پہنچی پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ آپ مغالطہ دینے اور افترا باندھنے میں پرلے سے  
کے مشاق ہیں اگر آپ پر ہیں تو شعبہ کو جو دو سندوں سے روایت پہنچی ہے  
وہ دونوں سندیں نقل کیجئے اور یہی زبور روایت سے رفع بھا صوتہ  
کی شعبہ سے نقل کی ہے اس کے کسی راوی پر آپ سے کلام نہیں ہو سکا بیشک  
وہ صحیح ہے اور خود محقق سنہ زلیحی نے تخریج ہدایہ میں اسکو صحیح کیا ہے -  
ابن قیم کا کلام بہت ٹھیک ہے بہر کیف شعبہ سے جو حدیث آمین بالا وغیر  
کی تھی اسکا ضعف بخوبی ثابت ہوا اور معتبر من نے جو کچھ ادھر لکھا تھا اسکا  
رد باحسن وجہ تمام ہوا و اللہ الحمد -

مروئی کہ حضرت عمر و علی نہ تو بسم اللہ کو زور سے پڑھتے تھے اور نہ اخوذ باللہ  
اور آمین کو بالآخر کہتے تھے۔

**مین کہتا ہوں** کہ اصل نسخون طحاوی مین یہ جملہ (ولا بالتقوذ ولا بآمین) نہیں  
ہے اسکو مولوی وحی احمد صاحب عشتی نے زیادہ کیا ہے دلیل اس پر یہ ہے کہ حافظ محقق  
زیلعی وغیرہ نے جو اس اثر کو بواسطہ طحاوی نقل کیا ہے تو اس میں فقط استعذر ہے۔ لا  
یحییہ وان ببسم اللہ الرحمن الرحیم دیکھو زیلعی مطبوعہ مطبع علوی ص ۸۷ عبارت  
زیلعی کی یہ ہے وروی الطحاوی باسناد لا عن ابی وائل قال کان عمر و علی لا یجہون  
ببسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یعنی ابوداؤد سے روایت ہے کہ حضرت عمر و علی سلم اللہ الرحمن  
الرحیم کو زور سے نہیں پڑھتے تھے۔ اور اس اثر کو عینی نے بھی بنایہ شرح ہدایہ میں طحاوی  
سے اسی طرح ذکر کیا ہے ویکہو عینی ص ۶۲ یہ دونو شخص ضعیفوں کے بڑے محقق مین انکی  
عبارت سے معلوم ہوا کہ اصل نسخون طحاوی مین لا بالتقوذ ولا بالآمین کا لفظ نہیں  
ہے آپ مین بصحت اس جملہ کے کہتا ہوں کہ اس سند مین دو راوی متکلم فیہین اول  
سلیمان بن شعیب انکو ذہبی نے واضعین مین لکھا ہے یعنی یہ احادیث بنالیتے تھے  
نیز ذہبی انکو حق مین لکھتے ہیں قال ابن یونس دوی مناکیر وقال الحقیلی حدیثہ  
غیر محفوظ میزان ص ۳۴۳ و ۳۴۴ دوسرے راوی ابوبکر بن عیاش مین آخر عمر مین  
الکافظ خراب و غلط ہو گیا تھا ویکہو تقریب و خلاصہ درترمذی جلد ثانی ص ۹۱ مین  
ہے والیو بکر بن عیاش کثیر الغلط یعنی ابوبکر بن عیاش کثیر الغلط مین لہذا ایسے  
راوی کی حدیث قابل تجاہ کے نہیں تیسرے راوی ابوسعید سعید بن مرزبان کو فی  
بقال مین کچھ حقیقین خلاص مین لکھا ہے قال الشافعی ضعیف وقال النہی ما علمت احدا وثقتہ۔  
لہذا یہ اثر باعتبار سند کے بھی نہایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں لہذا استدلال  
اس سے ساقط ہے

زبان سے رفع پھا صوته نکلا ہے معہذا اس روایت یعنی فسمعتہ وانا خلفہ  
کا مفصل جواب پہلے گزر چکا فتدکر و تشکر و لا تکلمن من الغافلین ۔

## بحث آثار صحابہ

قول مؤلف آثار صحابہ سے ترک جہر آمین کا ثبوت ۔  
میں کہتا ہوں جواب آثار کا مجملہ اور مفصل دیا جاتا ہے محل جواب یہ ہے  
کہ حدیث مرفوعہ کے ہوتے قول و فعل صحابی کا حجت نہیں ہے آپ کے مجدد، بعض  
محدث لکھنوی امام الکلام میں کہتے ہیں والسادس انہ صرح ابن الجوامی وغیرہ  
ان قول الصحابی حجت عالم تنفیذ ثنی من السنۃ ۔ یعنی چھٹی وجہ یہ ہے کہ ابن  
ہمام وغیرہ نے تہج کی ہے کہ قول صحابی کا حجت ہے جب تک کہ اس کو کوئی شی مست  
سے نفی نہ کرے ۔ یہاں پر احادیث صحیحہ سے آنحضرت صلعم کا زور سے آمین کہنا  
اور مقتدیوں کو حکم آمین کہنے کا دینا ثابت ہے لہذا یہ آثار جو آپ نے نقل کئے  
ہیں ساقط الاعتبار ہیں اب مفصل جواب ہر ہر اثر کا سننے و قبل جواب کے بعد  
ناظرین رسالہ بذا گزارش ہے کہ کسی صحابی خواہ صحبت یافتہ کثیر خواہ قلیل ہو ۔  
آمین بالاختار سند صحیح سے ثابت نہیں ہے بلکہ دو صحابہ سے آمین زور سے کہنا  
ثابت ہے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب یہ آثار نقل کرو جائیگے اب جو ہمارے مخاطب  
صاحب نے آثار نقل کی ہیں ان کا جواب مفصل دیا جاتا ہے ۔

قول مؤلف طحاوی نے معانی الآثار کے باب قرأ بسم اللہ میں روایت  
کی ہے حدثنا سلیمان بن شعیب الکیسانی قال حدثنا علی بن معبد قال  
حدثنا ابو بکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی وائل قال کان عمر علی لا  
یحجر ان یبسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین یعنی ابو وائل



سلیح مروتی ملکہ ہماؤ لکھا سو قال لطبری مروی ذلک عن ابن مسعود **اعز**  
**مین کہتا ہوں** عبد اللہ بن مسعودی ہرگز ثابت نہیں ہو کر وہ آئین آہستہ آہستہ یہ بھی آپ کو نو کا عبد  
 بن مسعود پر افرامی و خفاجی و بھی کوئی سند نہیں نقل کی یوں ہی انکل چو کہا ہر ایک بسند صحیح عبد اللہ بن مسعود  
 کتبائت ہو کر کا کلام ایک قابل ستائش نہیں جو ہر النبی کا اس قدر کہنا کافی نہیں ہے خصوصاً اس حالت میں کہ کوفہ جو ہر النبی  
 شیخ علاء الدین کا ایک نو حدیث میں مطلقاً ستائش میں ملتا ہے اس میں ہرگز نہ کوئی فاضل ذرا جاہل قرار دیا ہے +  
**قول مؤلف** - اس اثر کا خفاجی نے محکم کبیر طبرانی کا حوالہ دیا مگر سند نہیں لکھی اور  
 - محکم کبیر آج تک کہیں بھی نہیں نقلی نسخہ بھی ہندوستان میں کہیں پا کے نہیں جاتے  
 مؤلف نے جو بہت تلاش کی تو پنجاب میں ایک پورا سنہ نقلی نسخے کا پتہ لگا بڑی  
 جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد وہ نسخہ پنجاب سے منگوایا - اور اول سے آخر  
 تک سیر کر گیا الحمد للہ اس کے مطالعے سے نہایت ہی استفادہ ہوا اور اثر مطلوب کو  
 ایضاً آنا حضرت عبد اللہ بن مسعود یوں مروی پایا حدیثنا محمد بن عبد اللہ اصحابی  
 ثنا احمد بن یونس ثنا ابو بکر بن عیاض عن ابی سعید البقال عن ابی رائل قال  
 کان علی وصدا اللہ لا یجھلن ببسم اللہ الرحمن الرحیم وکلا لک التودیکلا  
 بکامین یعنی ابو دائل سے مروی ہے کہ حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود نے تو بسم  
 کو باہر پڑھتے تھے اور نہ اعود بانشد اور نہ آئین کو زور دے کہتے تھے اس اثر کی  
 سند حسن ہے الی قولہ حتی امام غنمی اور شعبی اور ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ یہ لوگ  
 آئین آہستہ کہا کرتے تھے -

**مین کہتا ہوں** یہ اثر بھی آپ کی گڑبست ہے کتب حدیث میں اس اثر کا کہیں آنا  
 پتا نہیں ہے حافظ زبلی شیخ ابن الہمام عینی حافظ ابن حجر بڑے بڑے محدثین  
 کے گذر گئے جنھوں نے اثر ابن مسعود کو تلاش کیا کسی نے آج تک صحیح طبرانی کا حوالہ  
 نہ دیا اب بتائے تو یہی غجائب کے کشمیر میں یہ نسخہ طبرانی کا تھا اور کس شخص کے

**قول مؤلف** اس ترک کو ابو جری طبری نے تہذیب الانار میں یوں روایت کیا ہے  
 اخبرنا ابو کریب ثنا ابو بکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی رائل قال لہ یکن عمرہ  
 علی بھران بسم اللہ الرحمن الرحیم - یعنی ابو وائل سے مروی ہے کہ حضرت  
 عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور امین کو جہر سے نہیں پڑھا کرتے تھے اس ترک کی  
 سند حسن ہے۔

**میں کہتا ہوں** یہ اثر بھی بعض متعصب حنفیوں کی گھڑت ہے کتب متقدمین میں  
 میں اسکا پتہ نہیں ہو اگر آپ بھی ہیں تو اصل کتاب تہذیب الانار سے اس ترک کو کھلا  
 یا کسی کتب خانہ معروف کا حوالہ دیجئے کہ فلان جگہ یہ کتاب تہذیب الانار موجود ہے ہذا اسکی  
 میں ابو بکر بن عیاش و ابو سعید بقال موجود ہیں حال انکا پہلے لکھا گیا ہے ہذا یہ اثر قابل تہجہ  
 نہیں ساقط الاعتبار ہے۔

**قول مؤلف** کان لا یجھران اور لہ یکن یجھران سے حسب قاعدہ علم حالی  
 ثابت ہے کہ ترک جہر امین پران و دونوں حضرات کا استمرار تھا الی قولہ قیامت تک  
 نہیں دیکھتے۔

**میں کہتا ہوں** پہلے معلوم ہو چکا کہ یہ دونوں اثر ثابت ہی نہیں ہیں آپ  
 حضرت عمر و حضرت علی سے سند صحیح سے ثابت ہو کر لیں کہ دونوں صاحب امین  
 پڑھتے تھے پھر یہ چاہنا اسپر تفریع کرنا جبکہ یہ اثر ثابت ہی نہیں تو جو کچھ آپ اسپر  
 تفریع کر رہے ہیں سب لغویہ و ہودہ ہے ہاں آپ کے اس جملے سے یہ بخوبی معلوم  
 ہو گیا کہ آپ کو اقرار ہے کہ کان دوام و استمرار کے لئے آتا ہے ناظرین اسکو یاد  
 رکھیں۔

**قول مؤلف** - اب ایک اور حلیل القدر صحابی حامل النعلین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 عبد اللہ بن مسعود کے ترک جہر امین کی دلیل سنو۔ جو ہر النقی میں بعد نقل اثر

## بحث فتویٰ بعض صحابہ و تابعین در باب آئین باہر

قول مولف آئین بالکتاب میں بعض صحابہ و تابعین کا فتویٰ۔

میں کہتا ہوں کسی صحابی نے فتوے آئین آہستہ کہنے کا نہیں دیا بعض متعصب فقہاء نے جو علم حدیث سے عمارت نہ رکھتے تھے محض انکلیچو سے عبد اللہ بن مسعود اور کسی صاحب کا نام لے دیا ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

قول مولف علامہ عینی نے بنیہ میں لکھا ہے مروی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انہ قال یحییٰ الامام اسربعاً التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و امین و سر بنک اللک الحمد یعنی ابو معمر سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار چیزیں امام آہستہ پڑھے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ اَمِیْن سر بنک اللک الحمد الی قول جناب امام عالی مقام کے نزدیک بالاختصار مستحب ہے۔

میں کہتا ہوں عینی نے جو بنیہ میں یہ لکھا ہے کتب حدیث میں کہیں نہیں ہے غالباً عینی کی یا کسی دوسری کی خانہ ساز بات ہے اصل امر یہ ہے کہ عینی جو احادیث یا آثار کو لکھتے ہیں تو اکثر زلیمی سے لیتے ہیں بلکہ بعینہ عبارت زلیمی کی اخذ کرتے ہیں زلیمی میں یہ قول حماد کا ابو اسلمہ مصنف عبد الرزاق کے نقل کیا ہے عینی نے یا کسی دوسرے کاتب نے اسکو حضرت عمر کا سجدہ لیا ہے اور شیخ عبدالحق نے محض عینی کی اس بارے میں تقلید کی ہے ورنہ کتب حدیث میں اسکا کہیں آتا یا نہیں ہے یہ اثر موضوع محض ہے نہ ضعیف ایسے ہی جو صاحب ہدایہ نے عبد اللہ بن مسعود کا قول نقل کیا ہے اسکی بابت علامہ ابن حجر ذیلی وغیرہ نے صاف لکھ دیا ہے کہ یہ قول ابراہیم غمی کا ہے نہ عبد اللہ بن مسعود کا اور حاشیہ طحاوی میں جو بیہوشی کا حوالہ دیا ہے سو یہ حاشیہ دسی احمد سورتی مولف جامع الشواہد کا ہے جو افترا و تحریف میں

کتاب خانہ میں اگر آپ سچو ہیں تو پورا پتا لکھئے تاکہ اس شخص سے نسخہ منگایا جاوے  
کیونکہ غیب کا ایسا کوئی شہ نہیں جہاں میرے احباب نہ ہوں اور سند جو آپ نے  
گھڑی ہے اس میں ابوسعید بقال و ابو بکر بن عیاش ضعیف ہیں تو بھی یہ حدیث  
لائقِ ثبوت کے نہیں ہے ابو بکر بن عیاش کا حال پہلے گزر چکا ابوسعید بقال ضعیف  
ہیں انکی روایت معتبر نہیں ہے حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ ہے کہ کسی صحابی سے  
آمین آہستہ کہنا بسند صحیح ثابت نہیں۔ یمون اثر متعصبین کے گھر طے ہوئے ہیں  
اور نیز سند میں بھی انکی ضعیفہ ہیں رہا غشی اور شعبی وغیرہما کا قول کچھ حجت نہیں  
**قول مؤلف** یعنی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا  
حالانکہ آنحضرت ص جسوت غیور المغضوب علیہم دلائل الضالین پڑھتے تو اس  
طرح آمین کہتے کہ پہلی صف کے لوگ سننے یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر فی الجملہ اعتقاد  
کے لئے کافی ہے الی قولہ لوگوں کو ترغیب دلائے۔

میں کہتا ہوں اول تو یہ حدیث ضعیف ہے اور آپ کے نزدیک بشر میں  
رافع تحت ضعیف ہیں لہذا قابلِ حجت نہیں اور اعتقاد کیا پہلے اصل کو نو ثابت  
کر لیجئے جبکہ اصل ثابت نہیں تو اعتقاد کیا قدم اس حدیث میں ہے کہ لوگوں نے  
آمین کہنا چھوڑ دیا ابوہریرہ نے مطلق ترک آمین پر افسوس کیا جہاں اور عدم جہاں کا ذکر  
نہیں اور مطلق آمین کہنا آپ کے نزدیک بھی سنت ہے جو جواب آپ دینگے  
وہی ہمارا سمجھ لینگا۔ پھر لوگوں نے تکبیر کا کہنا بھی چھوڑ دیا تھا اور بہت سے سنن  
ترک کی تھیں حالانکہ تکبیر کا کہنا آپ کے نزدیک بھی سنت ہے جو جواب آپ ترک  
تکبیر کا دیں گے اور جو باعث بتائینگے وہی ہم ترک تا میں عرض کرینگے الحمد للہ بحث  
آثار صحابہ کی جب کہ مؤلف نے لکھا تھا تمام ہوئی۔

فتویٰ ہے یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے اپی جامع میں امام شافعی کا یہی قول نقل کیا ہے کہ مقتدی زور سے آمین کہے دوسرا قول نقل نہیں کیا عبارت ترمذی کی یہ ہے وبعہ یعقول الشافعی و احمد واسحاق یعنی آمین بالجہر کے قائل ہیں امام شافعی و احمد واسحاق چونکہ دوسرا قول متروک و مہجور و ناشاذ تھا لہذا امام نووی نے بھی مستبرح مسلم میں اسکو نقل نہیں کیا امام نووی شیخ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں ولبس للامام والمنفرد المجس بالتمامین وکذا اللہ صوم علی المذہب الصحیح وھذا تفصیل مذہبنا۔ یعنی امام و منفرد کے لئے سنت ہے کہ زور سے آمین کہیں ایسے ہی مقتدی کے لئے بھی سنت ہے موافق مذہب صحیح کے یہ تفصیل ہمارے مذہب کی ہے۔ ان عبارتوں سے معلوم ہو لکہ مقتدی کے آمین بالجہر کہنے میں امام شافعی کی کد قول میں اظہار درامح اور مفتی بہ قول قدیم ہے اور دوسرا قول غیر مشہور ہے یہ بات نہیں ہے کہ امام شافعی نے پہلے قول سے رجوع کیا ہے اگر امام شافعی قول قدیم سے رجوع کرتے تو شافعیہ مذہب میں کبھی اوس پر فتویٰ نہ ہوتا یوں تو کونسا مذہب ہے کہ حسین اکثر مسائل میں اقوال متعروہ نہیں ہیں امام ابو حنیفہ کے بہت سے مسائل میں مختلف اقوال ہیں جیسے مسئلہ برتخل و نجاست سورنجر وغیرہ میں اس صفحہ کے پہلے اکتیسویں صفحہ میں آپ نے اسی رسالہ کے درباب آمین کہنے امام کے دو قول امام ابو حنیفہ کے نقل کے ہیں عبارت آپ کی یہ ہے (اور موطا میں امام محمد نے جو یہ لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ امام آمین نہ کہے اور نکایہ قول مخالفت ہے اوس قول کے جسکو کتاب الاثار اور مبسوطین لکھا ہے عجب کیا کہ پہلے جناب امام کا اجتہاد وہی ہو جسکو امام محمد نے موطا میں نقل کیا ہے پھر خیال پات گیا ہو چونکہ اونسے دو روایتیں تھیں امام محمد نے ایک جگہ ایک روایت لکھی اور دوسری جگہ دوسری روایت بہر کیف امام ابو حنیفہ کا مشہور و مفتی یہی قول ہے کہ امام بھی آمین کہے) میں کہتا

کا بل مشاق ہیں جسکو اس میں شک ہو وہ ہمارے رسالہ عمارۃ المساجد میں دیکھیں  
جامع الشواہد کو دیکھ لیں یہی پرانتر انھیں حضرت کا ہے ورنہ یہی میں کہیں اسکا  
اتا پتا نہیں ہے خاک اس نے نسخہ یہی کا جو مدینہ منورہ کے قہر محمود بن سبختیہ  
دیکھا ہے اگر آپ یا محشی صاحب سے ہیں تو اصل نسخہ یہی سے دیکھا دین اور جو آپ  
نے مصنف عہد الرزاق و کتاب اثار محمد سے قول ابراہیم کا نقل کیا ہے وہ قابل  
التفات نہیں کیونکہ قول نفع ثانی کا قابل التفات نہیں ہے اس لیے ہی قول امام محمد امام ابو  
حنیفہ کا جسکو آپ نے مبسوط وغیرہ سے لکھا ہے کیونکہ یہ اقوال مخالف احادیث صحیحہ  
ہیں حسب قول امام انزکو تو لی بخبر الرسول لائق حجت نہیں قابل ترک ہیں "لہذا لکھنا  
فتاویٰ صحابہ کی تمام بھولی و اللہ الحمد۔

### بحث امام شافعی کو رجوع کرنے کی مقتدیوں کیلئے آئین بالآخر

قول مولف مقتدیوں کی آئین بالآخر سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع کرنا  
میں کہتا ہوں منجملہ غلطیات سے حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک غلطی ہے  
امام شافعی نے کہیں نہیں فرمایا کہ میں اپنے قول سابق سے رجوع کرنا ہوں ان  
امام شافعی کے اس مسئلے میں دو قول ہیں قول مفتی بہ و مشہور و اظہر قول قدیم ہے  
قول جدید اقسام شاذ سے ہے حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں : **الجمهور للمقدم**  
**ذهب اليه الشافعي في القديم وعليه نقول** وقال الرافعي قال المالك في المستند  
قولان اصحهما انه يرجع۔ ترجمہ مقتدی کے لئے بھر کرنے میں امام شافعی کا قول  
قدیم ہے۔۔۔ اسی پر فتویٰ ہے۔۔۔ رافعی نے کہا ہے کہ بہت لیکن سننے کہا ہے کہ اس  
مسئلے میں شافعی کو دو قول ہیں زیادہ و جدید قول یہ ہے کہ مقتدی آئین کو رد کر دے جو میرا سننے کا ہے  
مذہب ہوتا ہے۔۔۔ امام شافعی کا دو قول ہیں زیادہ و قدیم قول یہ ہے کہ آئین کو رد کر دے

تحفۃ المحتاج و شہاب خفاجی سے معلوم ہوتا ہے کہ قول انظر وہی قدیم ہے غرض کہ کسی عبارت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امام شافعی نے قول قدیم سے رجوع کیا ہے یا نہ دوسرا قول بھی اولیٰ کا ہے کہ مقتدی آمین آہستہ کہے مگر یہ قول غریب و لائق اعتبار نہیں ہے الحمد للہ کہ یہ بحث ختم کو پہنچی اب جو آپ نے آمین بالجہر کی احادیث کی نسبت کلام کیا اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ واللہ التوفیق۔

**قول مؤلف حدیثون میں جو کتابیں مشہور ہیں ان میں ایک تو**  
موطائے دوسرے صحاح ستہ۔

میں کہتا ہوں آپ کو اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ بہت سے لوگوں کے نزدیک موطا بھی داخل صحاح ستہ ہی بعض ابن مابہ کے اسی برتے پر یہ شیخی۔

**قول مؤلف۔** ان کتابوں میں جن جن حدیثوں سے لوگ آمین بالجہر ثابت کرتے ہیں انکی حقیقت حال ظاہر کئے دیتا ہوں الی قولہ بیاضۃ زبان سے نکلتا ہے فللہ دسہ ثم مثہ دسہ۔

میں کہتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کے جرح قدح کو ہمارے مشور اکو دیتا ہوں اور آمین بالجہر کا فعل نبوی احادیث صحیحہ سے ثابت کئے دیتا ہوں اور عنقریب آپ پر اور ناظرین رسالہ ہذا پر یہ بات کھل جائیگی کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ غلط واقع ہوا ہے اور یہ غلطی باعث نہ پہنچنے حدیث کے ہے جس سے اوکے حق میں کچھ طعن نہیں ہو سکتا اور قول یحییٰ بن سعید کا امام صاحب کے راوی کے بارے میں ثابت نہیں ہے۔

### بحث احادیث بخاری شریف

**قول مؤلف** امام بخاری علیہ الرحمہ کو جہر آمین پر بہت بڑا اصرار ہے انکی

ہوں ایسے ہی امام شافعی کا بھی مشہور مفتی یہ بھی قول ہے کہ مقتدی آمین زور سے کہے  
اور یہی معمول ہے اور ان کے مذہب میں ہے اور اسکیواون کے محققین اصحاب نے اختیار کیا  
ہے دوسرا قول غیر مشہور و محبوب ہے جب اصل مذہب امام شافعی کی کیفیت ناظرین کو  
معلوم ہوگی تو اب عرض کے اقوال کی تردید کیجاتی ہے واللہ التوفیق \*

**قول مؤلف** اور پیشک مدتوں ادنکا یہی اجتہاد و رہبرسون آمین بالجہر کے  
قائل رہے مگر جب خوب انھوں نے چھان بین کی تو ادنکا خیال مقتدیوں کی آمین  
کے باب میں پلٹ گیا آمین بالجہر سے رجوع کر کے آمین بالسر کے قائل ہو گئے اجتہاد  
شرح منہاج میں علامہ تقی الدین سبکی نے لکھا ہے بحوالہ المامون فی الصلوٰۃ الجہر  
فی الاظہر و هو القدیم والمسئلۃ مما یفتی بہا علی القدیم یعنی نماز جہری میں  
مقتدی ملوفق روایت اظہر و قدیم کے آمین زور سے کہے اور اس مسئلے میں امام شافعی  
کے قول قدیم پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں دعویٰ تو آپ کا یہ تھا کہ امام شافعی نے رجوع کیا اور خیال  
ادنکا پلٹ گیا اور دلیل آپ نے ایسی لگی جو آپ کے مدعا کے موافق و مطابق نہیں کیونکہ  
عبارت اجتہاد سے ظاہر ہے کہ امام شافعی کے دو قول ہیں قول اظہر و مفتی بہ قدیم  
اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امام شافعی نے پہلے قول سے رجوع کیا ہے۔

**قول مؤلف** حافظ ابن حجر نے فتح الباری شیخ صحیح بخاری میں لکھا ہے والجبھر  
للمامون ذهب الیہ الشافعی فی القدیم و علیہ الفتویٰ۔

میں کہتا ہوں عبارت حافظ ابن حجر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قول قدیم پر  
فتویٰ ہے پوری عبارت فتح الباری کی آپ نے نقل نہیں کی پوری عبارت اوپر  
گزر چکی جس سے صاف ظاہر ہے کہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک اس مسئلے میں امام  
شافعی کے دو قول ہیں اصح اور اظہر اور مفتی بہ وہی قدیم ہے ایسے ہی عبارت



ذلک بما رواه عن ابن الربیع و هذا تعلیق و صلہ عبد الرزاق سن ابن جریر  
 عن عطاء قلت له اکان ابن الزبیر یوم من علی انتم ام القرآن قال نعم ویوم من  
 من و سأل حتى ان للمسجد للبیث ثم قال انما آمین دعاء - ترجمہ اس اشکی مطابقت  
 اس طرح پر ہے کہ عطار نے کہا کہ آمین دعاء اور دعائیں امام اور مقتدی دونوں نے  
 بین پھر اسکی تاکید کی اور اسے جسکو ابن زبیر سے روایت کیا اس تعلیق عطار کو  
 عبد الرزاق نے موصول کیا ہے وہ ابن جریر سے روایت کرتے ہیں وہ عطار  
 سے ابن جریر کہتے ہیں میں نے عطار سے کہا کیا ابن زبیر سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہتے تھے  
 عطار نے کہا ہاں اور جو ان کے مقتدی تھے وہ بھی آمین کہتے تھے یہاں تک کہ مسجد میں شور  
 مچ جاتا تھا پھر عطار نے کہا آمین دعاء - عبارت عمدۃ القاری سے پیدا معلوم ہوئے  
 اول یہ کہ اس تعلیق عطار کو عبد الرزاق نے موصول کیا ہے دوم قال عطاء آمین  
 دعاء یہ ایک ٹکرا کا اور پوری روایت کا ہے جس سے پہلے عطار نے آمین بالجہر ثابت  
 کیا اور اسکو بعد یہ کہا ہے کہ آمین تو دعاء ہے یعنی جیسے امام احدثنا الصراط المستقیم  
 سے آخر تک کلمات دعائیہ کو زور سے پڑھتا ہے اسی طرح آمین کو بھی زور سے پڑھے کیونکہ اسکی  
 معنی بھی دعا کے ہیں اور ابن زبیر اور انکو مقتدی سب لوگ زور سے اس دعا کو پڑھتے  
 تھے - شوم مطابقت قول عطار کی ترجمہ باب سے بخوبی معلوم ہو گئی چہاں مولف رسالہ  
 جبل التین کو تعصب مذہبی کی دلیل شافی معلوم ہوئی کہ اثر ابن زبیر کو دوسری  
 جگہ نقل کیا ہے مگر پورا نہیں نقل کیا اچھا اصل پورے قول عطار سے جسکو عبد الرزاق  
 نے موصولاً نقل کیا ہے آمین بالجہر امام و ماموم کے لئے ثابت ہوئی اور یہی مطلب  
 بخاری کا اس تعلیق سے ہے - اور دعا کے باب میں جو کچھ حضرت مخاطب صاحب نے  
 لکھا ہے سب کا جواب مفصلاً لکھا گیا -

**قول مولف** اس اثر کے بعد بخاری یوں تحریر فرماتے ہیں آمین ابن الزبیر

طرز تحریر سے روشن ہو کر اپنی دانست میں اثبات جہر میں کوئی دقت نہ اٹھا نہیں کیا  
باب یوں منعقد کرتے ہیں باب جہر الامام بالمناہین یعنی یہ وہ باب ہے جس سے  
امام کی آئین بالجہر ثابت ہے ناظرین انصافانہ ملاحظہ فرمائیں کہ جو دلیلین و پیش  
کرتے ہیں اون سے کیا ثابت ہوتا ہے -

میں کہتا ہوں امام بخاری علیہ الرحمہ کیا جعفر رحمہ اللہ میں سابقین مثل امام  
مسلم و ترمذی ابو داؤد کے گزرے ہیں سب کو آئین بالجہر پر بہت اصرار ہے کیون  
کہ جو وہ لوگ شائق سنت تھے اور آئین بالجہر میں سنت صحیحہ ثابتہ وارد ہوئی ہے  
جو دلائل امام بخاری پیش کرتے ہیں اون سے آئین بالجہر ثابت ہوتا ہے مگر ہم مطالب  
بخاری کے لئے ذرا علم و عقل درکار ہے ہر کس ذکاوت کا کام نہیں ہے کہ بخاری کا مطلب  
تبیح خصوصاً آپ جیسے فہم کے لوگ اب آپ اور جملہ ناظرین نظر انصاف بلا اعتصاف  
سے ملاحظہ فرمائیں کہ بخاری کے براہین قویہ و دلائل جلیہ سے کیا بات معلوم  
ہوتی ہے -

**قول مؤلف** پہلے تو وہ لکھتے ہیں وقال عطی الامین دعاء یعنی عطی نے  
کہا کہ آئین دعاء ہے ظاہر ہے کہ اس اشکو جہر آئین سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ اس سے  
آئین بالسر ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب آئین دعاء ہے اور اصل دعا کا حکم اخفا  
ہے تو اس سے انظار آئین ثابت ہوتا ہے چنانچہ اسکی بحث اوپر مفصلاً لکھی جا چکی  
میں کہتا ہوں اس اشکو پورا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اشکو جہر آئین  
سے پورا علاقہ ہے آپ تو جابجا عمدۃ القاری کی عبارت اپنے مدعا کے موافق لکھتے  
ہیں اس عطی کے اشکو اور نہیں تو عمدۃ القاری میں ہی دیکھا ہوتا - عمدۃ القاری  
جلد تیسری مثلاً میں ہے مطابقة هذا الاثر من حيث ان عطی لمسا  
قال امین دعاء والدعاء یشتوک فیہ الامام والمأموم ثم اکد

استمرار کا ہوتا ہے لہذا تاویل ابن الہادی کی لائق اعتبار نہیں اگر کوئی کہے کہ پھر آپ لوگ بسم اللہ کو جہر سے نماز میں کیوں نہیں پڑھتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسلم بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا روایت صحیحہ سے ثابت نہیں ہوا اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا روایت بخاری و مسلم سے ثابت ہے لہذا ہم لوگ بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھتے اور وہ فعل ابن زبیر جسکی تاکید سنت صحیحہ سے نہ نکلتی ہو ہم لوگ قابل پابندی کے نہیں جانتے بخلاف آمین بالجہر کے کہ فعل عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سنت صحیحہ کے موافق ہے اور حضرت مسلم کی نماز برابر آمین بالجہر سے رہی اور کسی خلیفہ سے آمین بالا خلافت ثابت نہیں اور نہ کسی اور صحابی سے لہذا یہ فعل ابن زبیر حجت قویہ ہے ایسے ہی مقتدی عبداللہ بن زبیر کے جو غالباً صحابہ و تابعین تھے وہ بھی آمین بالجہر کہتے تھے نہ اس وجہ سے کہ عبداللہ بن زبیر نے آمین بالجہر کہی تھی بلکہ حضرت کی سنت کی پیروی کے خیال سے یہ لوگ آمین بالجہر کہتے تھے امام شافعی کو مدینہ میں یہ اثر عبداللہ بن زبیر کا پہونچا تھا لہذا امام شافعی نے امام و ماموم کے لئے آمین بالجہر کو تجویز کیا اور اس قول سے رجوع ہرگز نہیں کیا بلکہ یہ قول اول کا اور نکلے مذہب میں مفتی ابے اسکی تحقیق پہلے گذر چکی اور اکی تحقیق کا جواب بھی دیگا فقہ ذکر \*

**قول مؤلف** اثر ابن زبیر کے بعد امام بخاری لکھے ہیں وکان ابوہریرۃ ینادی الامام لا تقضی بآمین یعنی ابوہریرہ امام کو پکار کے کہد یا کرتے تھے کہ دیکھو میری آمین فوت نہ کر دینا الی قولہ اس اثر سے نفس آمین کی فضیلت اور تاکید نکلتی ہے نہ جہر سے اسکو کچھ علاقہ ہے نہ اخفاء سے

**میں کہتا ہوں** آپ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب نہیں سمجھا باعث نہ سمجھنے مطلب کے آپ نے فرمایا ہے کہ اس اثر کو آمین بالجہر سے کوئی علاقہ نہیں مطلب ابوہریرہ کا یہ ہے کہ اسے امام آمین کہنے میں جہر سے سبقت مت کرنا یعنی تجلیہ کر لینا کہ میں نماز میں

ومن وراء هاتين ان للمسجد الحجة - یعنی عبد اللہ بن زبیر اور اوس کے مقتدیوں نے  
اس زور سے آمین کہا کہ مسجد گونج گئی اس تعلیق کو عبد الرزاق نے بسند صحیح اپنے مصنف  
میں موصول کیا ہے جس سے یہ بھی ثابت ہے کہ ابن زبیر نے بعد سورہ فاتحہ کے آمین کہا ہے اگر  
اثر سے بیشک مراحۃ جہر آمین ثابت ہے مگر اس سے استحباب جہر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ صحابہ  
بہت سی جہین تعلیم زور سے پڑھی ہیں خود ابن زبیر نے بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھا اور  
الی تو کہ کامر تحقیقہ +

میں کہتا ہوں یہ بات تو آپ کو تسلیم ہے کہ اس اثر سے بیشک جہر آمین ثابت ہے  
مگر آپ کہتے ہیں کہ استحباب آمین کا بالکل اس سے ثابت نہیں میں پوچھتا ہوں کیوں نہیں حکم  
آپ اسی رسالہ کے صفحہ ۲ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ کان استرار کے لئے آتا ہے اور یہاں پر ابن  
جریر کا عطا سے سوال بلفظ کان ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ ابن زبیر آمین کیسے کہا کرتے تھے عطا  
نے اوس کا جواب دیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر اور اوس کے مقتدی بھی آمین کا بالکل کہتے تھے جس سے  
مسجد گونج جاتی تھی اب ابن زبیر کا فعل بطور مداومت کے تو آپ کے اقرار سے ثابت ہو گیا  
پھر تعلیم پر کیسے معمول ہو سکتا ہے کیونکہ جو بات تعلیم کے لئے کی جاتی ہے وہ ایک آدھ بار  
ہوتی ہے عینی عمدۃ القاری میں بواسطہ مصنف نقل کرتے ہیں حدثنا ابن عیینہ  
قال لعلہ عن ابن جریر عن عطاء عن ابن الزبیر قال کان للمسجد حجة  
اولیٰ لجة اذا قال الامام ولا الضالین یعنی عطاء ابن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ  
جب امام ولا الضالین کہتا تو مسجد آمین سے گونج جاتی تھی دیکھو اس اثر میں موجود  
ہے کہ جب امام ولا الضالین کہتا تب بھی لوگ آمین کہتے اور امام ولا الضالین ہمیشہ  
کہتا تھا نہ تعلیم کے لئے بلکہ ابن زبیر رض کا بسم اللہ کا بالکل نماز میں پڑھنا یہ بھی اوتکا  
تھا کہ وہ بسم اللہ کو جہر سے نماز میں پڑھتے تھے نہ یہ کہ وہ تعلیم کے لئے بسم اللہ کو  
جہر سے پڑھتے تھے درباب بسم اللہ کے بھی لفظ کان کا موجود ہے جس سے افادہ

و یخصمہم رسمعت منہ فی ذلک خبراً یعنی نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو چھوڑ کر  
 نہ تھے اور لوگوں کو اسکو کہنے پر رغبت دلایا کرتے اور امین کو بامین اور امین سے میں نے  
 حدیث مرفوعہ بھی سنی ہے۔ اور بعض روایت میں خبر کی جگہ خبر خیرا مروی ہے جسکا  
 مطلب یہ ہے کہ میں نے ابن عمر سے امین کہنے کی فضیلت بھی سنی ہے بہر کیف اس اثر سے  
 لوگ بہرہ میں یوں ثابت کرتے ہیں کہ اگر ابن عمر زور سے امین نہیں کہتے تھے تو نافع کو کوئی  
 معلوم ہوا کہ وہ امین نہیں چھوڑتے تھے میں کہتا ہوں کہ امین کہنے کا علم کچھ بہرہ پر موقوف  
 نہیں کیا ممکن نہیں کہ خود ابن عمر نے نافع سے یہ بھی کہا ہو کہ میں برابر امین کہا کرتا ہوں  
 یہ اثبات بہرہ میں ایسا ہے جیسے کہ یہ بھی ہے کتاب المعروفہ میں بہرہ رسم اللہ کے ثبوت  
 میں یہ اثر روایت کیا ہے الی قولہ ان میں سے اثر ابن زبیر کے سوا کوئی بھی چھوڑتا میں یہ  
 دال نہیں ہے

میں کہتا ہوں اگر آپکی نظر پورے اثر ابن عمر پر ہوتی تو آپ ایسی تاویل کیج  
 ہرگز نہ کرتے میں پورا اثر ابن عمر کا جسکو نافع نے ابن عمر سے روایت کیا ہے لکھتا ہوں  
 حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں (قولہ وقال نافع الخ) وصلہ عبد الرزاق  
 عن ابن جریر أخبرنا قمران ابن عمر کان اذا ختم ام القرآن قال امین کا لیدع  
 ان یومن اذا ختمتہم علی قولہا قال رسمعت منہ فی ذلک خبراً۔

ترجمہ (قول مولفہ کا نافع نے کہا انورک) عبد الرزاق نے اسکو پسند ابن جریر سے  
 کیا ہے ابن جریر نے کہا کہ ہکو نافع نے خبر دی کہ ابن عمر جب سورہ فاتحہ کو ختم کرتے تو  
 امین کہتے جب سورہ فاتحہ ختم کرتے امین کہنا نہ چھوڑتے اور لوگوں کو امین کہنے  
 کی ترغیب دیتے اور میں نے اس بارے میں اوٹسے ایک حدیث بھی سنی ہے  
 ناظرین خیال فرمائیں کہ نافع یہ فرما رہے ہیں کہ ابن عمر جب سورہ فاتحہ کو ختم کرتے  
 تو اس کے بعد امین کہتے اور سورہ فاتحہ کے ختم کے بعد کسی امین کو نہ چھوڑتے اور

داخل ہو گیا ہوں تو آمین کہنا ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ اگر آمین امام کی سنت سے تو کیسے سمجھتا  
 کہ آمین مجھ سے پہلے مت کہہ دینا اگر آپ کہیں کہ یہ مطلب قول ابو ہریرہ کا نہیں ہے تو یہ کہتا  
 ہوں کہ قول ابو ہریرہ کا یہ ہے (لا تفتنی یا مین) یعنی مت فوت کر دے کہ جو آمین کے ساتھ  
 خود ترجمہ لفظی سے یہی مطلب ظاہر ہے نیز شراح حدیث نے بھی اس مطلب کی تشریح کر دی ہے حافظ ابن حجر  
 فتح الباری میں فرماتے ہیں وکان ابو ہریرۃ بدخل المسجد وقد قام الامام فینادی  
 فبقول لا تسبقنی یا مین یعنی ابو ہریرہ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور امام نماز کے لئے  
 کھڑا ہو جاتا تھا پس اس کو پکار کر کہتے کہ مجھ سے پہلے آمین مت کہہ دینا۔ اس کے بعد فتح الباری  
 میں ہے (قول لا تفتنی) بعضهم القاء سکون المشناة وحکی بعضهم عن بعض الساجد  
 یا مین۔ الشاہد الامام اس قولک فی ثنی من الروایات وانما فیہ کمال المشناة  
 من العوائد وھی مبنی ما تقدم عند عبد الرزاق من السابق وعلی حدیث  
 ان یوم من مع الامام داخل الصلاة یعنی لا تفتنی فار کے ضمہ و تاء کے سکون سے ہے  
 بعض نے بعض نسخوں سے فار اور شین مجھے سے نقل کیا ہے مین نے کسی روایت میں ابو  
 نہیں دیکھا سب نسخوں میں تار کے ساتھ ہے مشتق ہے فوات سے اور مین اس کے وہی ہیں  
 جو پہلے عبد الرزاق کی روایت سے سبقت کے لکھے گئے مراد ابو ہریرہ کی یہ ہے کہ نماز  
 میں امام کی آمین کے ساتھ آمین کہیں۔ عبارت حافظ ابن حجر سے معلوم ہوا کہ مطلب  
 ابو ہریرہ کا یہ تھا کہ امام اونسے پہلے آمین نہ کہے اس واسطے امام کو پکار کر کہہ دیتے تھے کہ اے  
 امام مجھ سے پہلے آمین مت کہنا اگر امام کی آمین ابو ہریرہ سنتے نہ تھے تو کیسے انکو معلوم ہوتا  
 تھا کہ امام نے آمین مجھ سے پہلے ہی اور یہ بھی اس سے ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ پچھلے صفوں  
 میں ہوتے تھے حاصل کلام یہ کہ اس اثر کو آمین بالجہ سے پورا پورا علاقہ ہے آپ نے مطلب ابو ہریرہ  
 کے قول کا نہیں سمجھا +

قول مؤلف اسکو بعد امام بخاری کہتے ہیں وقال نافع کان ابن عمر لا یدعہ

امام یوں نکالتے ہیں کہ آپ نے مقتدیوں کی آئین کو امام کی تائین پر مشروط کیا ہے جبکہ  
 امام زور سے نہ کہے گا تو مقتدیوں کو آئین امام کا علم کیونکر ہوگا تین کہتا ہوں کہ محدثین نے  
 آئین کے جو معنی ہیں وہ کس طرح اخفا کے خلاف نہیں امام نووی شافعی نے شرح صحیح  
 مسلم میں لکھا ہے قولہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین  
 فقولوا آمین فیہ دلالتہ ظاہرۃ لما قالہ اصحابنا وغیرہم تائین المأموم  
 لیکن مع تائین الامام لا بعدہ فاذا قال الامام ولا الضالین قال الامام و  
 المأموم معاً آمین وتا ولو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامضوا قالوا  
 معنا اذا اراد التائین لجمع بینہ و بین ہذا الحدیث الی قولہ وبالسکوت عند  
 قولہ ولا الضالین -

**میں کہتا ہوں** جواب اسکا دو وجہ سے ہے اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ جب امام آئین کہے تو تم لوگ آمین کہو یعنی امام کی آئین کے  
 بعد جیسے فار تعقیب کی اوس پر دلالت کرتی ہے تو معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی مجازی اختیار  
 کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں کیا آپ نے نور الانوار توضیح وغیرہما کتب اصول کو نہیں  
 دیکھا کہ جب تک حقیقت بن سکے مجاز نہیں اختیار کیا جاتا بن جب معنی حقیقی مستزہد ہوں  
 تو معنی مجازی لئے جاتے ہیں یہاں تو معنی حقیقی بخوبی بن سکے ہیں معنی مجازی کی کچھ  
 ضرورت نہیں ہے آپ نے یہاں پر مذہب امام ابو حنیفہ کا چھوڑ کر امام نووی و قسطلانی  
 شافعی و زرقانی مالکی کا دامن پکڑا جس تقلید کو ثبوت کو فکر میں تھے خود ہی اوسکو توڑ  
 دیا فاعتمدوا یا اولی الابصار وجہ دوم جو معنی آئین کے امام نووی وغیرہ نے لکھے ہیں  
 یعنی جب امام ارادہ آئین کہنے کا کرے تو تم آمین کہو سو یہ معنی انھوں نے اس لئے کرے  
 ہیں تاکہ آمین کہنے میں امام اور مأموم کی مقارنت ہو جیسے کہ عبارت نووی و  
 سیوطی سے جسکو آپ نے نقل کیا ہے معلوم ہوتا ہے الفاظ سیوطی کے یہ ہیں <sup>میں</sup> یسعی

لوگوں کو اسکی رغبت دلاتے یہ الفاظ صاف کہہ رہے ہیں کہ نافع نے ابن عمر کو سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہتے سنا اور سُننے تھے نہ یہ کہ ابن عمر نے انکو کہہ دیا تھا کہ میں سورہ فاتحہ کو بعد آمین کہہ کرتا ہوں اگر یہ ہوتا تو نافع ضرور فرما دیتے کہ ابن عمر نے مجھ سے کہا کہ جب میں سورہ فاتحہ ختم کرتا ہوں تو آمین کہہ دیتا ہوں نافع کا یہ نہ فرمانا صاف اس امر پر دال ہو کہ نافع ابن عمر کو نماز میں آمین بالجہر کہنا سُننے تھے اور اس حنی کے مسوید روایت و اقرطبی کی ہے حدیث عثمان بن الدقان ثنا محمد بن سلیمان الداسطی ثنا الحسن بن منصور ابو منصور ثنا بحر السقاء عن الزہری عن سالم عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قال ولا الضالین قال آمین و رفع بھا صلوٰۃ یعنی ابن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین فرماتا تو آمین کہتے اور آواز اپنی کو آمین کہنے سے بلند کرتے اگرچہ اس حدیث میں بحر سقا ضعیف ہیں مگر متہم بالکذب و مترک نہیں ہیں لہذا یہ روایت تائید کے لئے کافی ہے نافع نے ابن عمر سے یہی حدیث آمین بالجہر کی سنی ہوگی اور اسی حدیث پر عمل کر کے ابن عمر آمین بالجہر کہتے ہوئے انکو جہرسم اللہ کا جو اثر آپ نے ابن عمر کا نقل کیا ہے حکموادس سے انکار نہیں ہو این عمر کا مذہب جہرسم اللہ کا ہی تھا اور آمین بالجہر بھی کہتے تھے ان دونوں اثر و نہیں کچھ منکافات نہیں ہے امام بخاری نے جتنے آثار نقل کیے تھے سب آمین بالجہر کا کہنا ثابت ہو گیا اور جو کچھ ہمارے مخاطب صاحب نے خامہ فرسائی کی تھی سب کا جواب ہو گیا و قد الحمد۔ اب جو کچھ آپ نے احادیث مرفوعہ کی نسبت لکھا ہوا اسکا جواب دیا جاتا ہے \*

**قول مؤلف** یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو وقت امام آمین کہے تم بھی آمین کہو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں جس نے انکی موافقت کی اوسکے اگلے گناہ معاف ہو کر اس حدیث سے جہر آمین



کہ جو خواہ صلہ میں یا خارج صلہ تو تسلیم آگئی بات کے بھی یہ حدیث عام ہے شامل ہے  
 آمین فی الصلوٰۃ کو بھی اگر یہ حدیث اور کسی آمین کو بھی شامل ہو تو ہمارا کچھ حرج نہیں ہے۔  
 قول مولف ثانیاً اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ آمین سے وہی آمین مراد ہے جو باہر نزاع کر  
 تو اس حدیث سے غایت مافی الباب سماع آمین امام نکلتا ہے اور مسموع کے لئے جہر  
 نزاعی لازم نہیں صوت سر یہ بھی احیاناً مسموع ہوتی ہے الی قولہ آمین آسن یاس  
 الے غازی شن لین -

میں کہتا ہوں کیا آپ کے کچھ بوش حواس بھی ٹھکانے ہیں یا نہیں یہ کیسی باتیں  
 آپ لکھ رہے ہیں کیا آپ نے اسکو نہ سوچا کہ حضرت صلعم نے سب مقتدیوں کو ارشاد  
 فرمایا ہے کہ امام کی آمین کو بعد تم لوگ آمین کہو جب سب مقتدی امام کی آمین نہ سنیں گے  
 تو کیتے وہ امام کے آمین کے بعد آمین کہیں گے جب سب مقتدیوں نے آمین امام سنا  
 تو ہم نزاعی ثابت ہوا اور تاویل صوت سر یہ آپ کی کاخا کا خوب اڑایا کیا آمین بالسر کوکل  
 مقتدی ہرگز نہیں سن سکتے یہ یاد رہے -

قول مولف ثالثاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اوقات تعلیم آمین بالجہر  
 سے بہن انکار نہیں پس اسی حالت میں کہ آپ بعض اوقات تعلیم جہر سے آمین  
 کہتے ہوں آپ کا فرمانا اذامن الامام فامننا بے کھٹکے درست ہو جاتا ہو۔

میں کہتا ہوں حضرت صلعم کا آمین بالجہر بطورہ او مست ثابت ہے جیسا کہ لفظ  
 کان وغیرہ جو ابوداؤد کی روایت میں آئے ہیں اوپر دلائل کرتے ہیں اور نیز روایت  
 بخاری کی جو اسکے بعد ہے کان رسول اللہ صلعم یقول آمین اور روایت اذا قال  
 الامام غلب المفضول علیہم ولا الضالین نقول آمین سے صاف ظاہر ہے کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آمین کہا کرتے تھے یہ کہنا آپ کا کہ آپ بعض اوقات میں تعلیم  
 آمین کہتے تھے محض خیال خام ہے جسپر کوئی دلیل نہیں ہے۔

الامام والمأموم معاً فانه يستحب فيه المقارنة یعنی تاکر واقع ہو آمین امام اور مقتدی کی معاً کیونکہ اس میں مقارنت مستحب ہے تو اب یہ معنی آمین بالجہر کے کیسے طرح کے مخالف نہیں ہیں بلکہ موافقین کیونکہ جب تک امام زور سے آمین نہ کہو گا مقتدیوں کو کیسے معلوم ہو گا کہ اب امام نے آمین شروع کی ہے ورنہ مقارنت فوت ہو جائیگی بلکہ بعض دفعہ مقتدی آمین کہنے میں سابق ہو جائینگے اور اگر امام آمین آہستہ کہے گا تو مقارنت کسی صورت سے ہو نہیں سکتی بعض دفعہ مقتدی امام سے پہلے آمین کہہ لیگے بعض دفعہ اس کے ساتھ بعض دفعہ اس کے بعد اور جب امام زور سے آمین کہے گا تو مقتدی بھی امام کے شروع کرتے ہی آمین کہہ لیگے تو مقارنت بخوبی ہو جائیگی اور سکوت امام سے ہرگز مقارنت نہ ہوگی حاصل کلام خلاصہ مرام یہ ہے کہ عبارت امام نووی و سطلانی و سیوطی و زرقانی سے ہمارا یہی مدعا ثابت ہوا آپکی بنی بنائی بات بگڑ گئی و اللہ اعلم۔

**قول مؤلف** اب میں کہتا ہوں کہ اگر آئین کو مجاز پر محمول نہ کیجئے تو بھی آمین بالجہر والے حضرات کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب امام کو آمین کہتے سُنو تو تم بھی آمین کہو اولاً آمین صرف ام القرآن کے بعد شروع نہیں بلکہ خارج از صلوٰۃ دعا کے بعد بھی اسکا استحباب ابو داؤد کی روایت سے جسکا بیان آگے آئے گا ثابت ہے الخ۔

**میں کہتا ہوں** اولاً حدیث کا لفظ یہ ہے جب امام آمین کہے تب تم آمین کہو جو آدمی خارج صلوٰۃ ہے اوسپر امام مأموم کا اطلاق کیسے آئیگا نیز کہیں حدیث میں یہ نہیں آیا کہ خارج صلوٰۃ امام آمین کہتا ہے یا جب امام خارج صلوٰۃ آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اور یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ کسی خارج صلوٰۃ امام نے آمین کہا ہو اور مقتدیوں نے بھی اگر ہو تو پیش کیجئے ثانیاً اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ خارج صلوٰۃ بھی آمین کا کہنا شروع ہے تو بھی ہمارا مدعا کے کچھ منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث کا لفظ یہ ہے اذا امن الامام یعنی جب امام آمین

معن دوایۃ الزبیدی فی حدیث الباب عن ابن شہاب کان اذا فرغ من قرأہ  
ام القرآن سہم صوتہ و قال آمین۔ مرقومہ روح بن عبادہ نے امام مالک اس حدیث  
کو روایت کیا ہے ابن شہاب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین  
کہتے تو آمین کو زور سے فرماتے اس حدیث کو سراج نے اخراج کیا ہے اور ابن  
سہبان اسی حدیث باب کو بواسطہ زبیدی کو لائے ہیں کہ ابن شہاب سے روایت ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرأتہ سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی آواز کو آمین کو ساتھ بلند  
کرتے روایت سراج وابن جہان سے تہجہ اس امر کی معلوم ہو گئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ولا الضالین کہتے تو آمین زور سے کہتے بخلاف تسبیحات کی روایت کے جس کو آپ نے نقل  
کیا ہے اوہیں کہیں تہجہ جہر کی نہیں آئی اور نیز وہ روایت حذیفہ کی جس کو آپ نے نقل کیا  
ہے صلوٰۃ تہجد کی معلوم ہوتی ہے اوس وقت آپ نے تسبیحات کو زور سے پڑھا ہو حذیفہ  
نے سن لیا ہو بخلاف روایت متنازعہ یہاں کے کہ اوسین تہجہ جہر کی موجود ہے نیز اور روایات  
بخاری و ابوداؤد کی اسکے مؤیدین بخاری کی روایتین گذرین اور باقی ابوداؤد کی آگے  
آئیں گی انشاء اللہ تعالیٰ فاضل نظر۔

**قول مؤلف** اگر یہ کہے کہ تسطانی شحیح صحیح بخاری میں لکھا ہے وقد اخبرنا اسراج  
حدیث الحدیث بلفظ و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال ولا الضالین جہر  
بالآمین تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محض ضعیف ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری  
میں لکھا ہے۔ وقد روى روح بن عبادہ عن مالک فی هذا الحدیث الخ  
**میں کہتا ہوں** عبارت فتح الباری کی پوری پوری مع ترجمہ کے پہلے گذر چکی کہیں  
حافظ نے نہیں کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ آپکی محض دہوکا دہی ہے کہ اتنا کہہ کر کہ یہ  
حدیث ضعیف ہے عبارت عربی فتح الباری کی لکھ دی یہ نہ جانتا کہ فتح الباری مطبوعہ  
شائع ہو گئی ہے فی الجملہ عبارت فتح الباری کی پہلے گذر چکی کہ اس حدیث کو ابن

**قول مؤلف** المختصر اس حدیث سے غایت مافی الباب یہ نکلتا ہے کہ امام کو بھی آمین بالجر کہنے کا بھی حق ہے اور یہ تو حنفیہ کہتے ہیں کہ بعض اوقات جہان کے لوگ نماز سے ناواقف ہوں امام آمین وغیرہ تعلیم از دور سے کہہ سکتا ہے الخ۔

**میں کہتا ہوں** جو کچھ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس کی بحث تو لکھ چکی مگر یہ تو فرمائے کہ حنفیہ نے کہاں کہا ہے کہ امام تعلیم آمین بالجر کہہ سکتا ہے کتاب کا حوالہ دیجئے ظاہر تو آپ کا افتراء ہے کیونکہ آپ ایسی باتوں میں مشاقق ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث سے آمین بالجر امام کا کہنا ثابت ہوا کسی امام کا قائل نہ ہونا حدیث کے مقابلہ میں بیچ کر فافہم ولا حکم من الغافلین۔

**قول مؤلف** اس حدیث کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے قال ابن ہنفیہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول آمین۔ یعنی ابن شہاب نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہا کرتے تھے اس حدیث سے جہر کا استدلال یوں کیا گیا ہے کہ اگر آپ آمین زور سے نہیں کرتے تھے تو کوئی کیونکر جان سکتا ہے کہ آمین کہا کرتے تھے میں کہتا ہوں کہ علم کے اسباب بہت ہیں کچھ جہر ہی پر موقوف نہیں ہاں قول المختصر اس حدیث سے استدلال جہر درست نہیں۔

**میں کہتا ہوں** پہلے تو معلوم کر لینا چاہیے کہ اس حدیث کو مسلم و ابوداؤد و امام مالک نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں صاف مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے ظاہر ہے کہ راوی نے حضرت مسلم کو آمین کہتے سنا اگرچہ علم کے بہت سے اسباب ہیں مگر یہاں تو قرینہ قول کا موجود ہے نیز سراج نے جو اس حدیث کو اخراج کیا ہے تو اس میں لفظ جہر کا موجود ہے حافظ ابن حجر فتح الباری مطبوعہ مصر جلد دوم کے صفحہ ۲۱۹ میں ہے۔

وقد روی روح بن عبادۃ عن مالک فی هذا الحدیث قال ابن شہاب وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال ولا الضالین جسر فامین اخرجه الساجد ولا بن حبان

**قول مؤلف**۔ اسکے بعد امام بخاری یوں باب منعقد کرتے ہیں باب جہس المؤمنین  
 بالثامین یعنی یہ وہ باب ہے جس سے مقتدیوں کی آمین بالجہر ثابت ہوتی ہے یہ باب منعقد  
 کر کے کہتے ہیں حدثنا عبد اللہ مسدد عن مالک عن سی مولى ابی بکر عن ابی صہاح المسما  
 عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غیر المغضوب  
 علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فانه من وافق قوله قول الملائکۃ مغفر لہ ما  
 تقدم من ذنبہ تابعہ محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم ونعیم الجمر عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث  
 کے معنی یہ ہیں کہ ابو ہریرہ رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت ص نے ارشاد فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب  
 علیہم ولا الضالین کہے تو تم لوگ آمین کہو کیونکہ جسکی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق  
 ہوگی اس کے اگلے گناہ معاف ہو جائینگے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جہر کا کچھ ذکر نہیں حافظ  
 ابن حجر وغیرہ شارحین نے ترجمۃ الباب کے مناسبت کے لئے لکھا ہے کہ جب قول مطلق کے  
 ساتھ خطاب کیا جاتا ہے تو جہر پر معمول ہوتا ہے اور جب آہستہ یا جمی میں کہنا مراد ہوتا ہے  
 تو اسکی قید لگائی جاتی ہے یہاں قول مطلق ہے مراد یہ ہے کہ تم زور سے آمین کہو میں کہتا  
 ہوں یہ قاعدہ غلط ہے خود صحیحین میں موجود ہے کہ آنحضرت ص نے ارشاد فرمایا ہے۔  
 قولوا اللہم صلی علی محمد الخ یہاں ہی قول مطلق ہے تو کیا درود شریف کو بھی بالجہر پڑھنا  
 چاہیے الی قولہ فاعتبروا یا ادلی الا بصدار۔

**میں کہتا ہوں** حافظ ابن حجر وغیرہ نے جو لکھا ہے کہ قول کا لفظ جب مطلق بولا جائے  
 تو مراد اس جو جہر ہوتا ہے یہ بات حافظ و دیگر شرح کی موافق قواعد عربیت کے ہے کہ  
 مطلق جب اپنے اطلاق پر چھوڑا جاتا ہے تو فرد کامل و سکا مراد لیا جاتا ہے یہاں پر قول  
 کا فرد کامل جہر ہی ہے لہذا وہی مراد ہوگا یعنی حضرت صلعم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جب امام  
 ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو قول کا فرد کامل ہی ہے کہ جہر ہو کہو اور قولوا اللہم صلی میں درود

جہاں وسراج لاسے ہیں سنداؤ کی صحیح ہے۔ ضعیف بہ محض آپ کا مخالف ہے۔  
**قول مؤلف** قطع نظر اسکے کہ مرسل ہے نہ متصل یہ حدیث شاذ کی قبول سے ہے  
 کیونکہ امام مالک سے متعدد لوگوں نے ابن شہاب کی اس حدیث کو روایت کیا ہے  
 اس طریق کے سوا کسی میں جہر کا ذکر نہیں الی قولہ یسیر سراج والی حدیث کو ضعف  
 میں کیا کام رہا۔

**میں کہتا ہوں۔** آؤ اس حدیث کی ہی ایک سند سراج کی نہیں ہے بلکہ  
 دوسری سند ابن جہاں کی بھی موجود ہے جو بواسطہ زبیدی کے ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکا  
 تو اب یہ روایت شاذ کیسے ٹھہری تائی آپ کو اب تک شاذ کی توفیق بھی معلوم نہیں جتنا ہم  
 شاذ وہ روایت ہوتی ہے جو ایک ثقہ مخالف دوسرے ثقات کے بیان کرے نہ کہ جو ایک  
 ثقہ نے زیادتی جملہ کی بیان کی وہ شاذ ہے سید شریف رسالہ اصول حدیث میں فرما  
 ہیں الشافعی رحمۃ اللہ الشاذ ما رواہ الثقیف عن الثقیف ما رواہ الناس قال  
 ابن صلاح فیہ تفصیل فما خالف مفردہ احفظ منه واصبط شاذ خرد و  
 وان لم یخالف وهو عدل ضابط فصیح۔ خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے جو پہلے  
 لکھا گیا حاصل کلام کا یہ ہے کہ یہ روایت شاذ نہیں ہے جو اس پر ضعیف کا حکم لگایا جائے  
 اور یہ روایت اگرچہ مرسل ہو مگر اور احادیث موصولہ سے معتقد ہے جیسا کہ حافظ نے  
 فتح الباری میں لکھا ہو لہذا احتجاج اس سے درست ہے اور ضعیف کے نزدیک مرسل  
 بھی محبت ہے۔

**قول مؤلف** حدیث ابن شہاب کے بعد امام بخاری یوں لکھتے ہیں باب  
 فضل التائین الخ۔

**میں کہتا ہوں** اس روایت میں امام بخاری نے فضیلت آئین سے بے یو بیان کیا ہے  
 امام مستدرق جو یہاں ہے کہ آئین کہیں۔



تین سے مراد قول ہے کہ اس کی بجائے عقیب اچھا اس امر کو آپ جانے دیجئے  
 قول کا مصدر قول ہے جس کے معنی فارسی میں گفتن و ہندی میں کہنے کے ہیں میں تسلیم  
 کرتا ہوں کہ یہ لفظ شش تک ہی در بیان ہر و اخفاء کے صیغہ کا آپ کہتے ہیں جو لفظ کہ شش تک  
 یعنی ہوتا ہے انہیں ایک حتی کی تعیین کسی قسم سے کی جاتی ہے جیسے عین کا لفظ کہ  
 شش تک ہے اس کے معنی آٹھ چشمہ ہر شمس و سونا وغیرہ کے ہیں جب بولتے ہیں رایت عینا  
 یا بیتہ تو وہ اذیت ہوتا ہے بقریۃ جاریہ کے جب یہ بات معلوم ہوئی تو میں کہتا ہوں کہ  
 اس تقدم متنازعہ میں بھی قرینہ ہر کا موجود ہے وہ یہ کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا  
 و قال لا تسمیہ غیر الغضب علیہم ولا الضالین فقول امین۔ حضرت صلعم کے  
 قول میں اقبال و قول کا ہے یعنی ایک امام کے قول کا دوسرے مقتدی کے قول کا  
 ہے۔ قول سے ہر باتفاق مراد ہے یعنی غیر الغضب الخ کا زور سے کہنا تو اب مقتدی  
 کے قول سے بھی بقریۃ قول امام ہر مراد ہو گا تاکہ مناسبت فی الصفۃ دونوں قولوں میں  
 نہ جائے جبکہ اولیٰ بھی عربیت کا مذاق ہے وہ اس سے انکار نہ کرے گا حافظ ابن  
 فتح الباری میں فرماتے ہیں قال ابن سہید فی اخذ المناصب منہ من جہات  
 جائزہ قال اذا قال الامام نقول فقابل القول بالقول والامام انما قال ذلك  
 جہا فکان الظاہ فی اتفاق فی الصفۃ ومنہا انہ قال نقول اولہ یقیدہ  
 فی غیرہ لا غیرہ لا و مطابق فی سیاق الامانیات وقد عمل بہ فی الجہر بدلیل ما تقدم  
 یعنی فی المسئلۃ الامام والمطلق اذا عمل بہ فی صورتہ لہدین حجۃ فی غیرہا  
 باتفاق ومنہ انہ تقدم ان المأموم مأمور بالاعتداء بالامام وقد تقدم  
 بالامام جہر فہم جہر لا و هذا الاخير سبق الیہ ابن بطال وتعقب  
 فیہ یقول ان جہر المأموم بالقرآن لان الامام جہر یحکم لکن یکن ان  
 منہ بان الجہر بالقرآن لا خلاف الامام قد نبی عنہ بقی التامین داخل



باسم اس طرح سانس کھینچ کے پڑھے کہ اس پاس والے سن لین تو رفع صوت کا اطلاق ہو سکتا ہے الی قول وہ ان الفاظ سے پاک ہیں \*

میں کہتا ہوں جواب اسکا مفصل پہلے لکھا گیا کہ رفع صوت کے معنی سری کے کہیں نہیں آئے یہ سب آپ کی طبع زاد باتیں ہیں۔ مفصل بحث اس کی گزر چکی آپ ایک بات کو بار بار اعاذہ کرتے ہیں جواب اسکا بحث تطبیق میں دیکھ لیجئے اور روایت حمیدی کا بھی جواب پہلے گزر چکا تھا ذکر \*

**قول مؤلف** اور اس حدیث میں جو لفظ اذا اور کان ہے جس سے لوگ استمرازا نکالتے ہیں وہ حقیقت میں پچھلے راویوں کے الفاظ ہیں الخ

میں کہتا ہوں آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ لفظ وائل بن حجر کی زبان سے نہیں نکلا اور پچھلے راویوں کے الفاظ ہیں حالانکہ اس حدیث کے راوی سب ثقہ عادل ضابطہ ہیں جنہوں نے وائل سے حدیث کو یاد کیا ہے پھر مجدد آپ کے گمان سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ پچھلے راویوں کے الفاظ ہیں \*

**قول مؤلف** جن لوگوں کو فن حدیث میں مہارت نہیں ہوتی وہ جھٹ پٹ اس قسم کے الفاظ سے استمرازا مواظبت ثابت کرنے لگتے ہیں اور یہ نہیں دیکھے کہ یہ حدیث اور طرق سے مروی ہے اور میں کس قسم کے الفاظ ہیں اسکے علاوہ کان کا استمرازا رکے لئے ہونا خود غیر مسلم ہے \*

میں کہتا ہوں اس حدیث کے اکثر طرق میں لفظ کان و اذا وغیرہ موجود ہے اور کان کا استمرازا رکے لئے ہونا اسی رسالہ کے صفحہ ۲۷ میں آپ تسلیم کر چکے ہیں اب یہاں اگر ہمارے مقابلے میں غیر مسلم بتاتے ہیں یہ آپ کی ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے چونکہ کان کا استمرازا رکے لئے ہونا مسلم ہو چکا ہے لہذا آپ کی عبارت لکھ دینا کافی ہے مثلاً میں آپ نے لکھا ہے (کان) لایجہز ان اور لہر یکن یجہز ان سے حسب قاعدہ علم معانی ثابت ہے کہ ترک جہز آمین پر ان دونوں

پڑھا تا ہے۔ ثانیاً یہاں جو درود میں قلی کا لفظ آیا ہے تو اس جگہ کوئی قرینہ نہیں ہے جس سے جہر مراد ہو بلکہ حضرت صلعم و جملہ اصحاب کبار و تبع تابعین کا آہستہ پڑھنا درود کا قرینہ والہ آہستہ پڑھنے کو ہے اس کو درود وغیرہ دعائیں آہستہ پڑھی جاتی ہیں اور آئین کے جہر پر قرائن متعدد ہونے کے سبب ذکر ہوا موجود ہیں اس لئے قولا آئین سے جہر مراد لیا جاتا ہے فافہم و لا تنک من الغافلین۔ امام بخاری کو ہر چند کئی لاکھ حدیث یا تعین انہیں سے ہو انہوں نے اپنی مشرط کے موافق روایت آئین بالجہر یا کمین اور کمین ذکر کیا چونکہ جو مقصود بخاری تھا وہ انہیں روایتوں میں سے جو مذکور ہوئیں ثابت تھا ابنا دوسری روایتیں جو انکی مشرط کے موافق نہ تعین اوں کو وہ نہیں لائے اور بخاری مثلاً امام ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ و غیرہم نے انکو اپنی اپنی سنن میں ذکر کیا بخلاف آئین بالا خلاصہ رکے کہ اسکی کوئی روایت حضرت صلعم سے اور کسی صحابی سے کتب اہیات ستہ میں پائی نہیں جاتی دوسری کتابوں میں اگر ایک روایت ہے بھی تو وہ بھی مشافہہ مروود ہے۔ جن احادیث کو امام بخاری نے ذکر کیا انہیں کو مسلم نے بھی ذکر کیا ہے حضرت نیموی صاحب نے اوں پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور نہ روایات موطا کی نسبت کچھ کلام کیا ہے اب روایات ابوداؤد کی نسبت جو آپ نے وراثتی کی ہے اسکا جواب دیا جاتا ہے ۛ

**قول مؤلف** سنن ابی داؤد میں سات حدیثیں باب التائین میں مروی ہیں پہلی حدیث یہ ہے عن عائشہ بن کثیر اناسفیان عن سلمۃ عن جحرابی العنسی عن الحضرمی عن ابي جحر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ ولا الضالین قال آمین ہر دفعہ کھانہ سے۔ یعنی اہل بن حجر سے مروی ہے کہ آنحضرت جب ولا الضالین پڑھتے تھے تو دروسے آمین کہتے تھے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے جہر مابہ النزاع ثابت نہیں ہوتا کیونکہ رفع صوت سری اور رفع صوت جہری دونوں ممکن ہیں اگر کوئی شخص آمین

سننا تو جہر نہیں ہے الخ یہاں اگر بقول دروغ گور احافظہ باشد دو ایک کے سننے پر بھی آپ نے اطلاق جہر کا کر دیا یہ اوسی شخص کی حالت ہوتی ہے جسکو تعصب مٹ ہی نہ اندھا کر دیا ہوتا ہے وہ نہیں جانتا کہ میں نے پہلے کیا کہا تھا اب کیا کہہ رہا ہوں غرض کچھ بھی ہو گو وہ ایک سننے پر اطلاق جہر آوے یا نہ آوے مدعا ہمارا جہر کا ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے آمین بالجہر کہی اور دوسری روایتوں میں گان و اذا وغیرہ الفاظ آچکے ہیں جن سے جہر بخوبی ثابت ہے اب اسکے بعد جو تیسری حدیث آپ نے نقل کی ہے جسکا یہہ مضمون ہے کہ حضرت صلعم آمین بالجہر ایسے آواز سے کہتے تھے کہ اس پاس والے لوگ سن لیتے تھے اور اوسکی تائید آپ نے مسند حمیدی کی روایت سے کی ہے سو ان دونوں روایتوں کا جواب پہلے گزر چکا کہ یہہ دونوں روایتیں ضعیفہ قابل احتجاج کے نہیں اور نہ اہل حدیث اس روایت سے استدلال کرتے ہیں لہذا ان روایات سے ہمارے مقابلہ میں استدلال کیڑنا آپ کی خوبی فہم ہے اور چوتھی و پانچویں حدیث وہی ہیں جو بخاری کی روایات گزر چکیں اور آپ نے بھی اونکو نقل نہیں کیا لہذا ہم بھی اعادہ اونکا بیکار سمجھتے ہیں \*

**قول مؤلف** چھٹی حدیث یہ ہے حدیث اسحاق بن ابراہیم بن

سراھویہ انا کعب عن سفیان عن عاصم عن ابی عثمان عن بلال انه قال یا رسول اللہ لا تسبقنی بآمین یعنی بلال نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ سے پیشتر آپ آمین نہ کہئے میں کہتا ہوں کہ اس سے جہر آمین ثابت نہیں ہوتا الی قولہ صلعم کے لئے کچھ جہر لازم نہیں ۔

میں کہتا ہوں بیشک اس حدیث سے آمین بالجہر ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر اگر آنحضرت صلعم ضرور سے آمین نہ کہتے تو بلال رضاکو کیسے معلوم ہوتا کہ حضرت صلعم نے بہر سے پیشتر آمین کہی ہے کیونکہ آہستہ آمین میں تو تین احتمال ہیں کہ میں کہتی ہوں

حضرت کا استہزاء تھا) رسالہ درہم صہ کی عبارت کا جو جواب آپ دینگے وہی ہمدی طرف سے بھی دیا جائیگا۔

**قول مؤلف** دوسری حدیث یہ ہے حدثنا محمد بن الشحیری نا ابن نمیر فاعلی بن صالح عن سلمہ بن کھیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر انہ صلی خلفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہو بآمین وسلمہ عن یحییٰ عن شمالہ حتی ساءت بیا ضی خذ لا یعنی وائل بن حجر سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلعم کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے زور سے آمین کہی اور دہڑو بائیں اس طرح سلام کیا کہ میں نے آپ کے رخسارہ مبارک کی چمک دمک دیکھ لی چونکہ اسمین جبر کا لفظ ہے آمین بالجہر والے حضرات نہایت غصہ سے کہتے ہیں کہ صراحتہ آپ کی آمین بالجہر ثابت ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں راوی نے نقل بالمعنی کی ہے جبر کے بدلہ اصل میں رفع صوت ہے الی قولہ کا مرتعقہ۔

**میں کہتا ہوں۔** بیشک اس حدیث سے آنحضرت صلعم کا صراحتہ آمینہ بالجہر گہرا ثابت ہے چونکہ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ضابط عادل ہیں پھر کیونکر یہ سنا سکتا ہے کہ راوی نے نقل بالمعنی کی ہو ورنہ ضبط میں اونکے فرق آجائیگا اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اصل میں لفظ رفع بجا صحت کا ہے یہاں راوی نے نقل بالمعنی کی ہے تو بھی ہمارے مدعا کے کچھ مخالف نہیں بلکہ علین ہمارے مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے کیونکہ جبر کا مقابل اشفا ہے اور رفع کا خفض ہے رفع بہا صوت سے تو اعلیٰ درجہ کا جہر ثابت ہوتا ہے اور اس کی تحقیق مع عادات کے پہلے گذر چکی اور آپ کی تحقیق کا جواب دیا گیا فتنبہ۔

**قول مؤلف** اور اگر بالدرجہ اصل میں جبر کا لفظ ہی ہو تو بھی مدعا ثابت نہیں کیونکہ

دراصل یہ مسئلہ کہ جبر کا لفظ ہی ہو تو بھی مدعا ثابت نہیں کیونکہ

چکا ترغ و مد کے معنی بھی بحث تطبیق میں گزر چکا اور آپ نے خود اقرار کر لیا ہے  
 کہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اور دونوں کے ایک معنی ہیں مگر بالفعل ایک روایت  
 اور پیش کی جاتی ہے بخاری جلد ثانی ص ۵۵ باب مد القراءۃ میں ہے۔ حدیثنا عن ابن  
 عاصم قال حدثنا همام عن قتادة قال سئل النس کیف كانت قراءة النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم فقال كانت مداً فقرأ أیماً بیسماً اللہ ویمد بالرحمن ویمد بالرحیم۔  
 ترجمہ تنادہ نے کہا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کس طرح تھی کہا درازی آواز  
 سے پھر بڑا بسم اللہ کو کھینچ پھر رحمن کو کھینچ پھر رحیم کو اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ  
 کیا سانس کھینچ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کیا کرتے تھے یا بلند آواز سے مع درازی صوت کے  
 اگر اس حکم پر درازی صوت مع رفع صوت کے ہے تو یہ روایت ترمذی میں بھی آپ کو  
 یہی کہنا پڑے گا اور یہ ہو کر رسد کر آپ لکھتے چلے جاتے ہیں کہ وائل نہرت سے قریب کھینچتے  
 تھے اس کا کیا ثبوت ہے کہ وائل صف اول میں تھے اور پھر آپ کے پیچھے ہی تھے بحث اس کی پہلے  
 گزر چکی اور واحدی کا قول جو آپ نے نقل کیا ہے خود ہی آپ نے اس کو رد کر دیا ہے  
 سبارت آپ کی یہ ہے (ظاہر معنی یہی ہیں کہ آپ آمین کی آواز کو کھینچ کے کہتے تھے لہذا علامہ  
 واحدی وغیرہ کا قول مجہول پسند نہیں) جبکہ واحدی کے قول کا یہ حال ہے تو پھر آپ نے  
 اس کو نقل کیا کیونکہ کیا شد مد محض حم بڑھانا رسالہ کا منظور ہوگا ورنہ ظاہر کوئی فائدہ  
 نظر نہیں آتا۔

**قول مؤلف** اس حدیث کی تحسین کو بعد ترمذی نے یہ کہا ہے وہ یہ یقول غیر واحد  
 من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناجی ومن بعدہم  
 بیرون ان یرفع الصوت بالتأمین ولا یخفیہ ما ربه یقول الشافعی و احمد و اسحاق  
 یعنی بہت سے اہل علم نہیں مجاہد اور تابعین وغیرہ ہم ہیں اسکے قائل ہیں کہ آمین با آواز بلند  
 پڑھے انھانہ کرے امام شافعی اور احمد اور اسحاق بھی اسکے قائل ہیں ترمذی کے

آمین امام کی آمین کے ساتھ ہوگی کبھی آگے کبھی پیچھے لفظ تسبیحی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلعم زور سے آمین کہا کرتے تھے اور مؤند اسکے دوسری روایتیں ہیں جن میں صراحتاً آنحضرت صلعم کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہے اور جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسکا جواب پہلے مکرر کر گزر چکا اور حدیث ساتویں جسکا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص کو حضرت صلعم نے دعا کرنے سنا تو فرمایا کہ اگر اسے آمین پر دعا کو ختم کیا تو واجب کر لیا اس سے آمین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اہل حدیث اس روایت کو آمین بالجہر میں پیش نہیں کرتے ہاں اتنی بات اس سے معلوم ہوگی کہ وہ صحابی دعا اسقدر زور سے مانگ رہا تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سن لیا اور اسکو منع نہ کیا کہ تو دعا زور سے مت مانگ معلوم ہوتا ہے کہ آیت ادعوا ہم بکم انہ سے مانعت زور سے دعا مانگوں کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سمجھی سیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو منع نہ کیا اب جو کچھ آپ نے ترمذی کے احادیث کے باب میں لکھا ہے اسکا جواب دیا جاتا ہے \*

### بحث حدیث ترمذی شریف

**قول مؤلف** ترمذی نے اس حدیث کی تحسین کی ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ وائل بن حجر نے کہا کہ میں نے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے غیث المغضوب علیہم و لا الضالین پڑھا اور آمین کہی اور مدحوت کیا اس حدیث کے متعلق بحث ابو داؤد کی حدیثوں میں گذر چکی اس میں بیاضے سرفج بھا صوتہ صد بھا صوتہ مروی ہے دونوں کا مطلب ایک ہے \*

میں کہتا ہوں جو بحث آپ کی ادھر گذر چکی اسکا جواب بھی دندان شکن گذر

کہنے اور تب اٹھے تو ائمہ اہل بیتؑ پہ بعد سلام کہا کہ قسم سہ ادس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے یہ میری نماز آنحضرت کی نماز کے ساتھ نہایت ہی مشابہ ہے وار قطنی و بیہقی وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے لوگ اس سے جہر آمین یوں نکالتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدیوں نے زور سے آمین نہیں کہی تو نعیم عمر کو اسکا حکم کیونکر ہوا اسکا جواب وہی ہے جو بخاری کی حدیثوں میں گذر کسی چیز کا مسموع ہونا جہر پر دال نہیں نماز سر یہ میں خود آنحضرت سے بعض آیتیں سمجھ ہو جاتی تھیں الی تولد ہر کیفیت یہ اثر تو ہو چکا۔

میں کہتا ہوں کہ بخاری کی حدیثوں کی نسبت جو کچھ آپ نے لکھا تھا اسکا جواب بھی گذر چکا۔ اور اس حدیث ابو نعیم سے بہت اچھی طرح سے آمین بالجہر ثابت ہوتی ہے کیونکہ ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابوہریرہ اور سب لوگوں نے آمین کہی ابو نعیم نے ابوہریرہ و سب لوگوں کی جو مقتدی تھے آمین سستی اور ظاہر ہے کہ کوئی تو انہیں سے آخر صف میں ہوگا کوئی دائیں کوئی بائیں یہ نہیں کہ ابو نعیم نے دو تین آدمی جو اسکا غلغلہ تھے انکا آمین سستی کیونکہ حدیث میں لفظ الناس حرف باللام واقع ہے جبکا مفاد استغراق ہے تو اب آمین نزاعی کے ثبوت میں کیا شک رہا اور حضرت صلعم نے نماز سر یہ میں بعض آیات جہراً پڑھی ہیں تو وہ گاہے بگاہے اس لکڑی پڑھی ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ نماز سر یہ میں قراۃ سے خلاف آمین بالجہر ہے کہ حضرت صلعم نے اس پر مداومت کی ہے اور مقتدیوں نے بھی اسکو زور سے کہا اگر فقط تعلیم کے لئے ہوتا تو مقتدی آمین نہ کہتے اگر مقتدیوں نے توجہ سے امام آمین بالجہر کہی تھی تو حضرت صلعم یا ابوہریرہ بعد نماز کے انکو منع کر دیتے اور فرما دیتے کہ میں نے تو تعلیم آمین کہی تھی تم لوگوں نے کیونکہ آمیندہ پھر نہ کہنا جیسے سورہ فاتحہ کے ماسوا و سمری سورتوں کے خلف الامام قراۃ سے آپ نے منع کر دیا تھا اور بسم اللہ کا زور سے پڑھنا اسی حدیث سے بیشک ثابت ہے مگر دوسری روایات تو یہ بخاری و مسلم سے جو شقی علیہا ہیں انہیں صاف آپ کا ہے کہ حضرت صلعم بسم اللہ کو آہستہ

نہ قول واکبر نکالتے ہیں کہ بت سے سماعت تمام ہو تھے شیخ کہتا ہوں کہ ترمذی نے اجتہاد اور  
 اکبر سے روایت کی کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ صحابہ نماز میں آمین بالآخر کہا کرتے تھے بلکہ حضرت  
 عمرؓ وغیرہ کا ترک جو پسند حسن صحت مروی ہے الی قول جسکے متعلق بعد  
 گذر چکی ۴

میں کہتا ہوں ترمذی نے تو مذہب صحابہ و تابعین و مجتہدین کا نقل کیا ہے نقل  
 میں اجتہاد کو کیا دخل یہ کونسی اجتہاد کی بات تھی جو ترمذی نے اجتہاد اکبر یا اپنے ذرا کچھ  
 اتنا چاہو تا یہ آپ کا فرمانا کہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ صحابہ نماز میں آمین بالآخر  
 کہا کرتے تھے، جس خلاف واقع ہے چوہا آپو شرم و حیا بھی ہے یا نہیں اسکے دو سطر کے  
 بعد آپ ہی نے لکھا ہے کہ بان ابن زبیر اور اوکو مقتدیوں کی آمین بالآخر ثابت ہے اور  
 پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۱۱ میں بواسطہ سنن کہ یہی پہنچتی آپ نے عطائے فضل کیا ہے کہ روایت  
 صحابہ نے آمین کا شور مچایا کیا ابن زبیر و اوکو مقتدی وہ سو صحابہ آپ کے نزدیک صحابی  
 تھے یا نہ تھے سنن میں صحابہ آمین بالآخر کہتے تھے کسی صحابی سے نہ صحیح منقول نہیں  
 کہ اوہ نے آمین بالانفکاب ہو روایت حضرت جابرؓ کا حال بیان کیا۔ آخر ترمذی کا یہ  
 انفسل کرنا اجتہادی نہیں بلکہ موافق واقع کے ہے اور امام ترمذی نے جو حدیث حفص  
 بن غزالی کے تین احادیث نقل کی تھیں اسکی نسبت جو کچھ آپ نے لکھا اسکا مفصل  
 جواب گذر چکا ۵

## بحث احادیث انسانی شریف

قول مولف یعنی منیر محمد نے لکھا کہ میں نے ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی انھوں  
 نے بسم اللہ پڑھی پھر سورہ فاتحہ پڑھا شک کہ غیر المفضول علیہم السلام تک پہنچے  
 پھر آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی اور ابوہریرہؓ مناجات سجود کرتے تو اللہ اکبر



**قول مولف** تیسری حدیث یوں روایت کی ہے یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ لوگوں نے  
 آمین کہنا چھوڑ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الفضالین پڑھتے  
 تو آمین کہتے یہاں تک کہ اس کو پہلی صف والے سنتے اور اُن کی آمین کی آواز سے سجدہ کو بخیر  
 جاتی مین کہتا ہوں کہ یہ حدیث محض ضعیف ہی ہے مگر قابل احتجاج نہیں اس میں جو بشر  
 بن رافع ہیں بہتیرے محدثین نے ان کی تضعیف کی ہے

مین کہتا ہوں بشر بن رافع اگر یہ مختلف فیہ ہیں مگر ابو داؤد نے اس حدیث کے  
 بعد سکوت کیا ہے اور آپ اپنے اسی رسالے کے ص ۵۸ میں لکھ چکے ہیں کہ ابو داؤد نے  
 اس پر سکوت کیا ہے اور جس حدیث پر وہ سکوت کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک صحیح موقوف  
 ہے (تو بقول آپ کہ ابو داؤد جیسے محدث کے نزدیک یہ روایت صحیح ٹھہری اور خلاصہ  
 میں مرقوم ہے بشر بن رافع الحنفی ابو الاسباط امام مسجد نجران عن یحییٰ بن ابی  
 کثیر وعندهما تہ بن اسمعیل وعبد المہناق وثقفہ ابن معین وابن عدی و  
 قال الجہادی لا یتابع اور ترمذی ترغیب اور تہذیب میں لکھتے ہیں بشر بن رافع  
 ابو الاسباط النخعی ضعف احمد وغیرہ و قوال ابن معین وغیرہ و قال ابن عدی  
 لا بأس یا خبرہ لہ اسر لہ حدیثاً متکراً عبارت خلاصہ و ترغیب سے معلوم ہوا  
 کہ یحییٰ بن معین وابن عدی وغیرہا نے بشر کی توثیق بھی کی ہے تو اب بشر کی روایت  
 ایسی ضعیف نہ ٹھہری کہ بالکل ساقط الاعتبار ہو اچھا یہ روایت ضعیفہ بھی ہے تو بھی  
 شواہد و متابعت کے لئے کافی ہے اہل حدیث اس روایت سے بطور اصول کو  
 استدلال نہیں کرتے لہذا جو کچھ اس روایت کی بابت آپ نے کلام کیا ہے  
 محض بیکار ہے ۔

**قول مولف** چوتھی حدیث یہ ہے یعنی حضرت علی نے کہا کہ میں نے آنحضرت  
 کو وقت پڑھنے والا الفضالین کے آمین کہتے سنا میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ حدیث

پڑھتے اور بعض اوقات بسم اللہ پڑھ کر بھی اہل حدیث جائز رکھتے ہیں اس باب میں حافظ ابن قیم نے جواز و لمعاذ میں لکھا ہے وہ آب زر سے لکھنے کو قابل ہے یعنی حضرت مسلم نے بسم اللہ کو گاہے بگاہے پڑھا بھی پڑھا ہے اور اکثر اوقات میں آہستہ پڑھا ہے اب جو کوئی بسم اللہ زور سے پڑھے اور سپر کچھ عمر عرض نہیں ہے

**قول مؤلف** یعنی عبد الجبار نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور کانوں میں ہاتھ اٹھا کر پھر سورہ فاتحہ پڑھی اور زور سے آمین کہی میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ عبد الجبار کو سامع عن ابیہ ثابت نہیں کیا سبھی ثانیاً رفع صوت سے آمین بالجہر مابہ النزاع ثابت نہیں ہوتی الی قولہ لیس لیا اور میں آپ کو بھیچو کھٹے تھا۔ ..

میں کہتا ہوں عبد الجبار کا سامع عن ابیہ مختلف فیہ ہے مگر میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ روایت منقطع ہے مگر چونکہ دوسرے طرف سے یہ روایت موصول ہو اس لئے متابعت کے لئے کافی ہے اور رفع صوت کا خود ترجمہ آپ نے کیا ہے زور سے آمین کہی جس سے مطلب ہمارا ثابت ہو اور رفع صوت کا محاورہ پہلے گزر چکا کہ اس سے اعلیٰ درجہ کا جہر ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت نسائی کی جو آپ نے اپنے معنی کی تائید میں لکھی ہے اس کا جواب مگر گزر چکا کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ وائل بن حجر حضرت م کے قریب کھڑے تھے اور خلفہ کا اطلاق جعفر امام کے مقتدی ہوتے ہیں سب پر ہوتا ہے مگر مقتدی امام کے پیچھے ہوتے ہیں اس سے کسی طرح کی تائید آگئی نہیں ہو سکتی۔ نسائی کی روایات جو آپ نے لکھی تھیں جب اس کے جواب سے فراغت ہوئی تو اب سنن ابن ماجہ کی روایات کی نسبت جو آپ نے کلام کیا ہے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔

بحث احادیث ابن ماجہ

جس میں امام بخاری وغیرہ کی توثیق مذکور تھی اس کو آپ نے چھوڑ دیا ہے یہ تو ایسی دیا  
 ہے ایسے ہی میزان الاعتدال میں ذہبی نے ابن ابی لیلیٰ کے حق میں ترمذی کا قول کہ ابن  
 ابی لیلیٰ حسن الحدیث ہیں لکھا تھا اس کو بھی چھوڑ دیا (وقول الترمذی اولیٰ) یعنی ترمذی  
 نے جو ابن ابی لیلیٰ کی حدیث کی تحسین کی ہے تو ترمذی کا قول لی لکھو بھی آپ نے چھوڑ دیا  
 اور ترمذی نے مواضع متعدد میں ابن ابی لیلیٰ کی حدیث کی تحسین کی ہے باب ما جاء  
 فی سورة البقرة وآية الكرسي اور باب من جہنم عازیا اور باب ما جاء فی مشکوٰۃ  
 احسن میں ترمذی نے ابن ابی لیلیٰ کی حدیث کی تحسین کی ہے مگر بعض جگہ تو حدیث  
 ابن ابی لیلیٰ کی تصحیح کی ہے دیکھو باب ما جاء عنی یقطع التلبیۃ فی العمرة کو جو اصل کلام  
 و خلاصہ مرآۃ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کی روایت حسن سے کم نہیں ہے جو قابلِ محبت ہے  
**قول مولف** ثانیاً سماع یا مد صوت سے جہر مابہ النزاع ثابت نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں اس کا جواب بھی گذرا کہ مد صوت و سمعت سے جہر بخوبی ثابت ہے  
 یہاں اعادہ سے کچھ فائدہ نہیں۔ اسکے بعد جو آپ نے پانچویں حدیث بواسطہ عبد الجبار  
 بن وائل نقل کی ہے اور اس کے حق میں لکھا ہے کہ وہ منقطع ہے میں کہتا ہوں اگرچہ  
 یہ روایت پانچویں منقطع ہے مگر متابعت کے واسطے کافی ہے کیونکہ اعتضاد اس کا روایات  
 سوسولہ سے جو وائل بن جہر سے بواسطہ جبر بن عنبس وغیرہ کے آئی ہیں جو تاسیہ۔ اس میں کچھ  
 شک نہیں کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا اور نہ علقمہ نے دونوں کی روایت  
 اپنے باپ سے مرسل ہے۔ عبد الجبار کی عدم سماع عن امیہ کے تو ہمارے مخاطب صاحب  
 بھی قائل ہیں البتہ عدم سماع علقمہ سے اکیلو الکار ہے سوا اس کی بحث اور مفصل نہیں  
 لکھ آئے ہیں اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ علقمہ نے بھی اپنے باپ سے نہیں سنا  
**قول مولف** چھٹی حدیث یعنی عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرمایا کہ  
 یہود و جند و سلام اور امین کی وجہ سے تمیر حد کرتے ہیں دیا کسی چیز پر حد نہیں

ضعیف ہے ابن ماجہ اور ابو جریر طبری دونوں کی سند میں ابن ابی لیلیٰ واقع ہوئے ہیں انکا حافظہ نہایت ہی خراب تھا الی قولہ تقریب میں لکھا ہے صدوق سی الحفظ ج ۱۰

میں کہتا ہوں ابن ابی لیلیٰ چار میں اول عبد الرحمن دوم عیسیٰ بن عبد الرحمن سوم عبد اللہ بن عیسیٰ چہارم محمد بن عبد الرحمن یہ آپ کو کس نے کہا کہ یہ محمد بن عبد الرحمن ہیں بلکہ یہ تو عیسیٰ یا عبد اللہ ہیں اور اسکا محمد شاہ حنفی نے بھی اقرار کیا ہے اور یہ دونوں ثقہ ہیں اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ راوی محمد بن عبد الرحمن ہی ہیں تو بھی یہ صدوق ہیں جیسا کہ عبارت حافظ ابن حجر سے جسکو آپ نے بواسطہ تقریب نقل کیا ہے معلوم ہوتا ہے ہاں سی الحفظ یہ ضرور ہیں اسمیٰ الکی روایت درجہ حسن تک پہنچتی ہے ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں وقال احمد بن الحسن سمعت احمد بن حنبل یقول ابن ابی لیلیٰ لا یحییٰ حدیثہ قال محمد بن اسمعیل ابن ابی لیلیٰ صدوق واکثر لا یعرف صحیح حدیثہ من سقیمہ ولا اسدی عنہ شیئا وابن ابی لیلیٰ هو صدوق فقیہ روایہم فی الاسناد حدیثا لضر بن علی ثنا عبد اللہ بن داؤد عن سفیان الثوری قال فقہاءنا ابن ابی لیلیٰ و عبد اللہ بن شبرمہ۔ ترجمہ احمد بن حسن کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل سے سنا کہتے تھے کہ ابن ابی لیلیٰ کی حدیث سے نیکری جائے محمد بن اسمعیل یعنی امام بخاری نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ سچا ہے لیکن اسکی صحیح حدیث ضعیف ہے پہچانی نہیں جاتی میں اس سے کچھ روایت نہیں کرتا ابن ابی لیلیٰ سچا ہے اور فقیر بیان اسناد میں انکو دوہم ہو جاتا ہے ہم سے حدیث بیان کی ضرورت علی نے انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن داؤد نے وہ سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں فرمایا ہمارے فقہا سے ابن ابی لیلیٰ اور عبد اللہ بن شبرمہ ہیں۔ عبارت ترمذی کا آپ نے فقط اپنے مطلب کے موافق ایک ٹکڑا نقل کیا اور اگلی عبارت

معاذ اللہ! یہ حدیث کے مخالف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کا جلنا دو چیزوں سے ارشاد فرمایا ہے ایک سلام کا کرنا دوسرا آمین ظاہر ہے کہ یہود لوگ سلام کو مسلمانوں سے سن کر جانتے تھے یعنی مسلمان لوگ جب آپس میں السلام علیکم کیا کرتے تھے ایسے ہی آمین کی آواز کو سن کر یہود جانتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان جو اس وقت صحابہ تھے اس قدر زور سے آمین کہتے تھے کہ باہر سے یہود لوگ سن کر جانتے تھے اب بھی جو آمین کی آواز سے جلتے آپ ہی فرمائے اوسمین اور یہود میں کیا فرق ہے المختصر اس حدیث سے آمین بالجہر کا ثبوت بہت اچھی طرح سے ہوتا ہے الحمد للہ کہ ابن ماجہ کی احادیث کی نسبت جو کچھ آپ نے لکھا تھا اوسکا جواب ختم ہوا اب آپ کے تلمذ کا تلمذ کیا جاتا ہے تاکہ باقی تسبیح لگانہ رہے ۛ

### بحث احادیث متفرقہ جنکو نموی صاحب تلمذ میں لائے ہیں

**قول مؤلف** ایک حدیث یہ ہے اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اخبرنا النضر بن شميل ثنا عمار بن الاوعور عن اسمعيل بن مسلم عن ابي اسحاق عن ابن ابي عمير عن ابيه انها صلت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قال ولا الضالين قال آمين فسمعتة وصي في صف النساء۔

یعنی ام الحصین سے مروی ہے کہ انھوں نے آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ نے ولا الضالین پڑھا تو آمین کہی اور ام الحصین نے باوجودیکہ وہ عورتوں کی صف میں تھیں آپ کی آمین سن لی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث محض ضعیف ہے اسین اسمعیل بن مسلم جو واقع ہوئے ہیں وہ منکر الحدیث و متروک ہیں الخ ۛ

**میں کہتا ہوں۔** اولاً آپ یہ تو فرمائے کہ سند اسحاق بن راہویہ آپ نے کہا ان دیکھی اور وہ کس کتاب خانہ میں ہے جھوٹے حوالہ دیے ہیں آپ خوب مشاق ہیں اب میں آپ کو اس روایت کا پتہ بتائے دیتا ہوں کہ حافظ زبیری نے اپنی تخریج میں اس

کرتے ماقویں حدیث یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ یہود و مسند را آمین کی وجہ سے تم پر حسد کرتے ہیں کسی اور چیز کی وجہ سے اتنا حسد نہیں کرتے تم لوگ آمین زیادہ کہا کرو الی قول ان حدیثوں کے ضمن میں وہ ہمارے کچھ غلط نہیں ان سے نفس آمین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے ان سے ہر آمین کا استدل لا لہج نہیں کیونکہ اس کتاب اور اہل اسلام دونوں میں بہت کچھ آمد و رفت تھی ایک دوسرے کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے فرمایا ان کے چڑھانے کو کہا ہو گا کہ ہم لوگ سورہ فاتحہ کے بعد آمین بھی کہتے ہیں چونکہ آمین ایک تبرک کلمہ ہے اور سورہ فاتحہ میں نفوذ علیہم ہے یہود و امین یہود کو حسد نفی پیدا ہوا ہو گا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی ہوگی کہ یہود اس کلمہ سے حسد کرتے ہیں آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہوگی اور مسلمانوں کو اکثر آمین کی تحریک کی ہوگی۔

**میں کہتا ہوں۔** یہ اولیٰ مفسدہ و خیالات کا سدہ شاعرانہ (ہوگی اور ہوگا) کو رہنے و بچنے کا خطاب حدیث پر ایمان لانے جب آپ کو یہ امر مسلم ہے کہ بیٹھی حدیث عالیشانہ رضوی صیغہ ہے اور اسکی صحت کی کو اہی حافظ منذری و حافظ غلطائی نے دی ہے اور یہ بھی ایک تسلیم ہے کہ امام احمد و طبرانی کی روایت میں صاف آچکا ہے کہ یہود لوگ نماز میں خلف امام آمین کہنے سے جلتے ہیں۔ تو بتائے کہ یہ حدیث آپ کے خلاف کیوں نہ ٹھہری اس حدیث سے تو ہم آمین صاف صاف طور سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ کسی خاص چیز سے جلنا اوسیعوت ہو گا جب وہ اسکو سنے گا۔ رہا بحر و علم اگر یہاں پر بحر و علم ہے یہود کا جلنا مراد ہوتا تو حضرت صلعم آمین کی کثرت کا حکم نہ دیتے آپ کے حکم کثرت کا دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصود رسول اللہ صلعم کا یہ تھا کہ یہود لوگ شکر جلیں یہ آپ کا فرمانا کہ یہود سے صحابہ سے کہا ہو گا کہ ہلوگ نماز میں آمین کہتے ہیں تو وہ جلتے ہونگے یہ مجرد احتمال آپ کا عقلی ہے جسپر کوئی دلیل نہیں

**میں کہتا ہوں** یہ بات تو ایک تسلیم ہے کہ امام دارقطنی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے  
 اور حاکم نے صحیح الاسناد اور حافظ ابن قیم نے بھی اس روایت کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے  
 اور سہل السلامین بھی اس کو توثیح ٹھہرایا ہے اس قدر تو آپ کو تسلیم ہے اور سنئے کہ حافظ  
 ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی نسبت یہ نہیں کہا کہ وہ یثیری والی ماسر والا الدلائل  
 والحاکم من طریق الزبیدی عن الزہری عن سعید والی سلمة عن ابی ہریرہ  
 قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من تلاۃ ام القرآن سفعہ من  
 وقال امین قال الدارقطنی اسنادا حسن والحاکم صحیح علی شرطہما والبیہقی حسن  
 صحیح - ترجمہ گو یا کہ موافق نے اشارہ کیا ہے اس حدیث کی طرف جس کو دارقطنی  
 اور حاکم نے طریق زبیدی سے روایت کیا ہے اور وہ یہی ہے روایت کرنے میں وہ سعید  
 اور ابی ہریرہ سے وہ ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے  
 تو اپنی ادا کو آمین کے لفظ سے بند کرتے دارقطنی نے کہا اسناد اس کی حسن ہے اور حاکم  
 نے کہا شرط شیخین پر ہے یثیری نے کہا حسن صحیح ہے نیز حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں فرماتے  
 ہیں سدا لا الدارقطنی وحسنہ والحاکم صحیح یعنی اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا  
 اور حسن کہا ہے اور حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے - عبارت تلخیص وبلوغ المرام سے  
 معلوم ہو کہ حافظ ابن حجر نے بھی دارقطنی کی تحسین و حاکم کی تصحیح کو قبول کر لیا ہے امام شوکانی  
 نیل الاوطار میں فرماتے ہیں سدا لا الدارقطنی وقال سنادا حسن والحاکم وقال صحیح  
 علی شرطہما والبیہقی وقال حسن صحیح واشکر الیہ الترمذی + ترجمہ - اس حدیث  
 کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد اس کی حسن ہے اور حاکم نے روایت  
 کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد اس کی صحیح شیخین کی شرط پر ہے اور یثیری نے روایت کیا اور  
 کہا کہ اسناد اس کی حسن صحیح ہے اس عبارت سے معلوم ہو کہ امام شوکانی نے  
 بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے جبکہ اس قدر حفاظ حدیث نے اس

روایت میں ہے کہ یہ ہے دیکھو زبانی طبع حلوٰی صلا میں ہے ثانیاً اسمعیل بن مسلم  
 روایت میں عبدی بصری بن تقریب میں ان کے حق میں لکھا ہے اسمعیل بن مسلم العبدی  
 ابو محمد البصری القاضی ثقہ من السادة سنة اور خلاصہ میں مرقوم ہے اسمعیل بن  
 مسلم العبدی ابو محمد البصری قاضی جنریتہ قلیس عن الحسن ومحمد بن واسطہ و  
 عنہ ابن المبارک وابن عینبہ وابن مہدی ویحیی القطان قال ابن المدینی وثقا  
 نحو من ثلاثین حدیثاً وثقہ ابو حاتمہ حاصل کلام کا یہ ہے کہ یہ اسمعیل عبدی بصری  
 ہیں اور یہ ثقہ ہیں نہ اسمعیل بصری کی جو ضعیف ہیں ہاں البتہ طبرانی کی روایت میں  
 اسمعیل بن مسلم کی ہیں نہ بصری اور سند اسحاق میں یہ اسمعیل نہیں ہیں دلیل اس پر  
 یہ ہے کہ حافظ زبلی نے بعد تخریج حدیث سند اسحاق بن راہویہ کے اس پر کچھ کلام نہیں  
 کیا اگر اس میں اسمعیل بن مسلم کی ہوتے تو ضرور حافظ زبلی اوپر کلام کر کے اس کا  
 بیان کرتے ان فرض یہ روایت صحیح ہے نہ ضعیف اس روایت سے بخوبی معلوم ہوتا ہے  
 کہ حضرت مسلم علیہ السلام میں بہت ماند آواز سے فرماتے تھے +

**قول مؤلف** دوسری حدیث یہ ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے حدیثاً  
 محمد بن اسمعیل القاسمی ثنا یحیی بن عثمان بن صالح ثنا اسحاق بن ابراہیم  
 حدیثی عمرو بن الحاکم حدیثی عبد اللہ بن صالح عن الزبیدی حدیثی  
 الزہری عن ابی سلمہ وسعید عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم اذا فرغ من قرأۃ ام القرآن رفع صوته وقال آمین هذا اسناد حسن  
 قالہ میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ حدیث ضعیف ہے حاکم وغیرہ کی تصحیح محض بیکار ہے  
 ثانیاً اس میں مسنون صنفیہ کے کچھ خلاف نہیں اس حدیث کے کل طرق میں اسحاق بن  
 ابراہیم بن علاء ربیع واقع ہوئے ہیں جنکو ابن زبیر بھی کہتے ہیں تقریب میں  
 لکھا ہے کہ کثیر الخ +



واخبرني عبد الرحمن بن الحسن القافوي محمد ان ثنا ابراهيم بن الحسين نا ادا  
 بن ابي اياس ثنا شعبة عن عاصم بن سليمان ان ابا عثمان النهدي حدثه عن  
 بلال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تسبقني بآمين هذا حديث  
 صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه والبعثان النهدي مضموم قد ادرى المطبعة  
 الاولي من الصحابة اس حديث کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی  
 اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو مجھے پہلے آمین نہ کہا کر اس حدیث سے جہریوں استنباط کیا جاتا ہے کہ بصورت  
 تک جہر سبقت کی ممانعت کے کیا معنی میں کہتا ہوں کہ حاکم نے اگرچہ اس حدیث کی صحت کا  
 یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ اسکو علی شرط الشيخین قرار دیا ہے مگر حقیقت میں یہ حدیث جو  
 اضطراب فی المتن و ضعیف ہے کیونکہ عاصم کے کئی تلامذہ اسکا اولیٰ روایت کرتے ہیں  
 یعنی بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت سے کہا کہ لا تسبقنی بآمین الی قولہ اگرچہ روایت حاکم کی متابعت  
 بطریق وغیرہ میں موجود ہے مگر بوجہ کثرت طرף یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں بلال رضی  
 اللہ عنہ نے آنحضرت سے کہا تھا کہ لا تسبقنی بآمین یعنی یا رسول اللہ آپ مجھ سے آمین پر سبقت  
 نہ کریجئے۔

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو اس حدیث کو ضعیف ٹھہرایا ہے تو آپ نے اسکی دو وجہ  
 بیان کی ہیں اولیٰ یہ کہ یہ حدیث معلول ہے مگر کوئی علت آپ نے بیان نہیں کی جس سے  
 معلوم ہو کہ یہ روایت معلول ہے اور نہ اس روایت میں کوئی علت ہے اگر ہو تو آپ بیان  
 کیجئے دوسری وجہ اپنے یہ بیان کی ہے کہ یہ روایت مضطرب ہے اور وجہ اضطراب کی آپ نے  
 یہ بیان کی ہے کہ عاصم کے لئے تلامذہ اس روایت کا اولیٰ بیان کرتے ہیں میں کہتا ہوں  
 یہ وجہ اضطراب کی ہرگز نہیں ہو سکتی آپ کتب اصول کو دیکھ لیجئے کہ ان میں وجہ ثانی کی ہو سکتی  
 ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ آپ کو خود مسلم ہے کہ شعبہ نے جو عاصم سے روایت کی جو تورات  
 طبرانی میں اسکی متابعت موجود ہے اور نیز محمد بن فضیل نے بھی شعبہ کی متابعت کی ہے

حدیث کی صحت و تحسین کو قبول کر لیا ہے اور اسکو صحیح اور حسن کہا ہے تو آپ کی حق  
 اور شمار میں ہیں کہ آپ کے کہنے سے اس حدیث کو ضعیف تسلیم کر لیا جائے۔ اور جو جرح  
 اسحاق بن ابراہیم کی نسبت آپ نے نقل کی ہیں وہ تو اعداء معمول سے محض لا اصل رہے  
 کیونکہ وہم راوی کا کوئی چیز نہیں ہے اسکے آپ خود بھی قائل ہیں اسی رسالہ کے صفحہ میں آپ  
 لکھ چکے ہیں اور یہاں پر یہ بھی ثابت ہے کہ اس راوی کو ہم نہیں مہوار کیونکہ امین یا لہجہ  
 کی روایت سے حد دروایت اس آچکی ہے لہذا تقریب کی عبارت یہ جو جواب ہوگی اور محمد  
 بن عوف کی جرح کا جواب یہ ہے کہ جرح اس شخص کی معتبر ہوئی ہے جو قابل جرح ہو محمد بن  
 عوف جرح تعدیل کے قابل نہیں اور نہ وہ اس قابل ہیں کہ انکی جرح مقبول ہو حافظ ابن  
 حجر نے اسید واسطے انکی جرح کا خیال نہیں کیا ماحتمل اکلام یہ ہے کہ یہ روایت حسن سے کم  
 نہیں جیسا کہ داقرطی نے کہا ہے اور دوسرے راوی عیسیٰ بن عثمان ہیں انکی بات بھی  
 کوئی جرح آپ نے نقل نہیں کی جسکا جواب دیا جائے حافظ ابن حجر نے انکو صدوق نہ ہے  
 اور نہ ہی نہ میزان میں فرمایا ہے عو صدوق النشاء اللہ حاصل کلام و نامہ مرام  
 یہ ہے کہ بات وہی ٹھیک ہے جسکو داقرطی و بیہقی و حاکم و حافظ ابن تیم و حافظ ابن حجر  
 و شوکانی وغیرہم نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ذرا آپ ہی انصاف کیجئے کہ اتنے معتبر  
 سے مقابلہ انکی بات کی کیا وقعت ہے بحث جرح تعدیل کو بہت مادہ چاہئے اور انکی سند  
 دانی کا حال ہمکو خوب معلوم ہے اور ناظرین رسالہ نہا کو بھی انکی ہمہ دانی اس جواب  
 سے معلوم ہو جائیگی اور رفع صوت کے معنی میں جو آپ نے کلام کیا ہے او سکا جواب چند مرتبہ  
 ازہر بکار فرغ صوت کے معنی کسی کتابت میں صوت سری کے نہیں آئے یہ ایت سند حمیدی  
 کی مختصر ضعیف لا اصل لہا ہے۔

قولی موافقت سری حدیث یہ ہے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے حدیث ابو بکر احمد  
 بن یحییٰ بن العقیق بیضا دینا الحسن بن مکہ البراسر ثناء ورحمہن عبادة ثناء شعبہ

پہلے مولف کے قول میں لکھی گئی وہ بھی نسخہ صحیحہ مدینہ منورہ سے میں نے نقل کی ہے اور  
 اوپر شہادت حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری وغیرہ کی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ نسخہ  
 روایت بلال کی شان نہیں ہے اور روایت مضطرب وہ ہوتی ہے کہ جسکو ایک راوی  
 چند راوی متن یا سند کی روایت کرنے میں مختلف طور سے روایت کریں اور دونوں درجہ میں  
 مساوی ہوں جب کوئی انہیں احفظ یا زیادہ صحبت لکھنے والا اپنے شیخ سے ہوگا تو روا  
 مضطرب نہ ہوگی حافظ ابن صلاح مقدمین فرماتے ہیں۔ المضطرب من الحدیث  
 هو الذي يختلف الرواية فيه فيروي به بعضهم على وجه وبعضهم على وجه آخر  
 مخالفاً له وانما تسميه مضطرباً اذا تساوت الروايات اما اذا ترجحت احد  
 بحيث لا ينفك ومها الاخرى بان يكون سديها احفظ واكثر صحبة للمروي عنه او  
 غير ذلك من وجوه الترجيحات المعتمدة فالحكم للمراجعة ولا يطلق عليه حينئذ  
 وصف المضطرب ولا له حكم۔ اس عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا اب  
 میں کہتا ہوں کہ شعبہ و محدثین فضیل عاصم کے اور شاگردوں سے اپنے شیخ کی صحبت میں یا  
 رہے ہیں دیکھو تہذیب التہذیب وغیرہ کتب امار الرجال تو اب اضطراب اس روایت میں  
 نہیں ہو سکتا اور نہ ان دونوں روایتوں میں جسکو آپ نے بواسطہ ابو داؤد نقل کیا  
 ہے اور روایت شعبہ میں کچھ مخالفت ہے کیونکہ کبھی ابی التناق ہوگا بلال نے آمین حضرت  
 صلعم سے پیشتر کہی تو حضرت ص نے اسکو منع کر دیا اور بلال بوضفون وغیرہ درست کرنے میں کبھی  
 مصروف ہو جاتے تھے تو انھوں نے حضرت صلعم سے یہ کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھ سے پہلے  
 آمین سنت کہا کیجئے۔ **فائدہ** ہمارے مخاطب نبوی صاحب نے شعبہ کی روایت جسکو  
 ہم نے بواسطہ ابی بقی نقل کیا ہے اور جسکو خود انھوں نے بواسطہ مستدرک نقل کیا ہے  
 چار روایتیں مخالف اسکے نقل کی ہیں اول ابو داؤد کی دوسری مصنف ابن شیبہ کی  
 واسطہ سے تیسری مسند امام احمد کی۔ اس طرح سے حدیثنا عبد اللہ قال حدیثی ابی ثناء

سنن کبریٰ میں ہے۔ اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو بکر احمد بن سلیمان  
 الفقیہ ثنا الحسن بن مکرم ثنا روح بن عباد ثنا شعبہ و اخبرنا عبد الرحمن بن  
 الحسن القاضی ثنا ابی حمیم بن الحسن بن آدم بن یاسر ثنا شعبہ عن عاصم  
 بن سلیمان قال وقد حدث روح قال ابی عاصم بن سلیمان ان ابا عثمان النهدی  
 حدثه عن بلال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسبقنی بآمین  
 کذا الک سر و الامام محمد بن فضیل عن عاصم اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا احمد بن  
 جعفر القطعی فی المسند ثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل ثنا ابی ثناء محمد بن فضیل ثنا  
 عاصم عن ابی عثمان قال قال بلال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا  
 تسبقنی بآمین قال اسبقو فكان بلال یؤمن قبل تأمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال  
 لا تسبقنی بآمین کما قال اذا امر الامام فامنوا۔ ترجمہ بلال سے روایت  
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ سے پہلے آمین مت کہہ کر واس حدیث کو محمد بن  
 فضیل نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے بلکہ خود ہی ابو عبد اللہ الحافظ نے کہا ہم سے  
 حدیث بیان کی احمد بن جعفر قطعی نے سند میں کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن  
 احمد بن حنبل نے انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یہ سے باپ نے انھوں نے کہا ہم  
 حدیث بیان کی محمد بن فضیل نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عاصم نے وہ ابی عثمان سے روایت  
 کرتے ہیں اب بلال نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے پہلے آمین نہ کہو  
 کہہ کر و شیعہ ہم سبھی نے کہا کہ بلال آفقت صلعم کی آمین کے پہلے آمین کہتے تھے پس نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ سے پہلے آمین مت کہہ کر و جیسا کہ فرمایا جب امام آمین کہو  
 تب تم آمین کہو۔ یہ روایت یہ منثورہ کے کتاب خانہ قبة محمودیہ سے من نے نقل کی  
 تھی سنن کبریٰ میں یہ روایت ہے اور مولوی نظیر الدین ناظر ذکی ساکن قصبہ  
 رے نے اسناد تھ سے یہ روایت ہم کو نقل کی یہی تھیں اور روایت سند رک کی جو

مسند امام احمد بن حنبل کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے (مکان بناب میر احمد تسلیں) حصہ دوم میں مولوی صاحب نے تصحیح  
کے دیکھا ائمہین حدیث وائل کی یوں ہے۔ حدیثنا سید ائدہ حدیثی ابی ثناء و کعب ثناء ہے  
عن سلمۃ بن کھیل عن جبر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
قرأ لا الضالین فقال آمین یمید بھا صو قہ ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے کہ ہم نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے ولا الضالین پڑھا اور آمین کو یاد از بلند کھینچ کر پڑھا۔ انجمن ترجمان راپڑ  
کا ضحیف کہہ ہمارے مفسر نہیں ہے۔

**قول مولف چھٹی حدیث یہ ہے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنفین روایت کی ہے حدیثنا**  
و کعب قال حدیثنا مطر قال سمعت عکرمۃ بقول اوسکت الداس ولہم رجۃ فی مساجد  
یا آمین اذا قال الامام علیہ السلام علیہ الغضوب علیہم ولا الضالین یعنی عکرمہ کو یہ کہتے ہوئے  
سنائے کہ میں نے لوگوں کو یاد کیا کہ جب وقت اور کلام غیر الغضوب علیہم ولا الضالین کہتا تو او کی سجد  
او کی آمین کے شور سے گونج جاتی تھیں میں کہتا ہوں کہ اے اللہ یہ اثر محض ضعیف بہ مطہر جو اسکا  
راوی ہے وہ متکرر الحدیث اور تہم ہے۔

میں کہتا ہوں اس حدیث میں راوی مطر بن طہان وراق بن نہ مطر بن میمون  
اور عکرمہ سے جو مطر روایت کرتے ہیں وہ اکثر وراق ہی آئے ہیں ابو داؤد مطبوعہ مصر ص ۱۸۱  
میں ہے ثنا ابو قدامة عن مطر الوراق عن عکرمۃ ابو داؤد کی روایت میں موجود  
ہے کہ جو عکرمہ سے روایت کرتے ہیں وہ وراق بن نہ اور مطر وراق رواۃ مسلم سے ہیں  
جنکی حدیث حسن سے کسی طرح کم نہیں ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس  
ام کو تسلیم کر لیا ہے عبارت میزان کی یہ ہے فطرہن رجال مسلم حسن الحدیث  
یعنی مطر سلم کے رجال سے ہیں حدیث انکی حسن ہوا اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں انکو  
صدق لکھا ہے اور ابن حبان نے انکو ثقہ کہا ہے المختصر یہ مطر وراق بن نہ جنکی حدیث  
قرار داد حافظ ناقد ذہبی کے حسن ہے اور حدیث حسن بھی مثل صحیح کے حجت ہے

محمد بن فضیل نے اس حدیث سے ابن عثمان نقل کیا بلال یا رسول اللہ لا تسبقنی بآمین  
 تاہم مصلح نسخہ مستند امام احمد میں ہے قال بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 لا تسبقنی بآمین ہے۔ چنانچہ یہ روایت سنن کبریٰ کے واسطے سے پہلے منقول ہوئی اب  
 ناظرین! روایات و امانت تحت نیموی صاحب کا اندازہ فرمادیں اور اس پر اور روایات منقولہ  
 غیر مروذ کو قیاس کریں +

**قول مؤلف** چوتھی حدیث یہ ہے مستند امام احمد میں ہے۔ حدثنا عبد اللہ بن  
 ابی نثار اسود بن عامر ثنا شریک بن ابی اسحاق عن علقمہ بن وائل عن امیہ  
 قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخبر بآمین یعنی وائل سے مروی ہے کہ میں  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کہتے سنا میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ حدیث بوجہ اختلافی نقل  
 ۱۰۔ ابواب میں ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں۔ ایسے ہی آپ نے مستند امام احمد سے جو حدیث پانچویں نقل کی ہے  
 ۱۱۔ اس کو ضعیف بتایا ہے دونوں کا جواب دو وجہ سے ہے اول اگر ہم تسلیم کر لیں  
 کہ مستند امام احمد میں یہ حدیث چوتھی پانچویں یوں ہی ہے اس پر بھی میں کہتا ہوں کہ  
 چوتھی حدیث میں ہر ذریعہ شریک ہر ذریعہ شریک ہر ذریعہ شریک ہر ذریعہ شریک ہر ذریعہ شریک  
 تھے کوئی جرح آپ کو نقل نہیں کی جس کا جواب دیا جائے انکی حدیث صحیح نہیں تو حسن سے  
 سے کہ نہیں ہے۔ دوم اگر تسلیم کر لیں کہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں تو بھی ہمارے  
 کچھ فائدہ ہیں کیونکہ شواہد و متابعات کے لئے یہی کافی دانی ہیں اور وائل بن حجر سے متعدد روایات  
 صحیحہ سنن ابی داؤد سنن ابن ماجہ ترمذی کی گزشتہ حکمین جن پر آپ سے کوئی جرح  
 نہیں ہو سکی اور جس نسخہ مستند امام احمد سے آپ نے یہ حدیث نقل کی ہیں یعنی میرا احمد حسین  
 صاحب مرحوم کے نسخہ سے اس میں یہ حدیث وائل کی ہند صحیح بھی مرقوم ہے مگر آپ نے  
 چالاک کر کے اس کو نقل کیا اور روایات جو بطور متابعات کے تحنین او کو نقل کر دیا ہے

ابن معین ثقہ وضعفہ ابو داؤد وقال ابن عدی حسن الحدیث وقال ابو حاتم  
 امام فی الفقہ ثقیف وتکر قال الاسد رقی مات سنة ثمان ومائتہ۔ عبارت  
 خلاصہ سے معلوم ہوا کہ مسلم بن خالد امام اور فقیہ بن اور امام شافعی و حمیدی جیسے  
 ثقہ ضابطہ سے روایت کرتے ہیں اور انکے شاگرد ہیں۔ اور یہی ہیں جو تہذیب  
 سنن الجرح سے ہیں اور بخون انکی توثیق کی ہے اور ابن عدی نے انکی حدیث  
 کو حسن کہا ہے اور ابو حاتم نے انکو امام فی الفقہ بتایا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے  
 اقرب میں انکو صدوق فرمایا ہے رہی جرح و سوسین کہتا ہوں کہ انکے حق میں  
 کوئی جرح مفسر نہیں ہوا اور دوسنے جو انکو ضعیف کہا تو کوئی وجہ ضعف کی نہیں  
 بتائی آئینہ ہی اور لوگوں نے بھی اور یہ قاعدہ اصول کا ہے کہ جس راوی کے  
 حق میں بعض کی توثیق ہو اور بعض کی جرح تو حدیث اسکی درجہ حسن سے کم نہیں  
 ہوتی آپ کے جدید العصر حدیث لکھنوی نظم الامانی میں فرماتے ہیں۔ فقد حکم  
 السیوطی فی شرح نظم الدرر عن الرکشی انه قال ساریت بخط الامام حافظ  
 ابی الحجاج یوسف ان الحسن من الحدیث منزلة بین منزلة الصبیح  
 والضعیف ومن طرقة ان یکون احد سرداته مختلفا وثقه قوم  
 وضعف آخرون ولا یکون ما ضعف به مفسرا۔ یعنی سیوطی نے شرح  
 نظم الدرر میں رکشی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے  
 امام حافظ ابو الحجاج یوسف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط میں دیکھا ہے کہ حدیث  
 حسن ایک مرتبہ درمیان صحیح اور ضعیف کے اور اسکی سند میں کوئی راوی مختلف  
 فیہ ہوتا ہے ایک قوم نے اسکی تضعیف کی ہوتی ہے اور دوسرے نے توثیق اور جرح  
 اسکی مفسر نہ ہوا آپ کے محدث لکھنوی نے جو نقل کیا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث حسن کے  
 روایات سے کوئی راوی مختلف فیہ ہوتا ہے میں کہتا ہوں مسلم بن خالد بھی

کما لا یغنی علی ما ہذا اصول ۛ

**قول مؤلف** ثانیاً بعض صحابہ کی تعلیم آئین بالجہر سے مجہول انکار نہیں ۛ  
 مین کہتا ہوں حدیث کے الفاظ تو پہلے لکے گئے ہیں مضمون یہ ہے کہ امام  
 نے ان اصحاب میں کہا تو لوگ آئین کہا کرتے ظاہر ہے کہ اناس معروف بالاسم  
 ہوں گے نہ سجدہ کے آئین بالجہر کہا کرتے تھے تو اب تعلیم کس کو دی جاتی تھی اور  
 نہ نہتہ نہ متعین کرتا ہے یا امام و ماموم دونوں تعلیم کیا کرتے ہیں آپ ہی جیسے  
 انہوں نے ایسی ہی تادیبوں سے دین کو بدل ڈالا ایسی باتیں زبان سے نکالتے  
 ہیں کہ وہ شامہ خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے ۛ

**قول مؤلف** ساتویں حدیث مسند امام شافعی میں ہے اخبرنا یسیر  
 بن خالد عن ابی حنیفہ عن عطاء قال کنت اسمع الامامة و ذکر ابن الزبیر  
 من بعد ما یقولون آمین ومن خلفہ حتی ان للمسجد للجمعة یعنی عطا سے  
 کہتا ہے کہ میں نے ابن زبیر اور جوہر کے ہونے کے بعد امام ہونے کے اور ان کے متقدمین  
 ان کے راجع زور سے آمین کہتے ہوئے میں سنتا تھا کہ مسجد کو گونج جاتی تھی اس اثر سے طواہ  
 ائمتہ نے اسے اور ائمہ کا بھی آمین بالجہر کہنا ثابت ہوتا ہے مین کہتا ہوں کہ یہ اثر بھی محض  
 ہے مسلم بن خالد سے امام شافعی نے روایت کیا ہے وہ ضعیف ہیں کذا قال المحقق  
 العینی یعنی فی البناء الی قولہ اور مجھے بعض صحابہ کی تعلیم آئین بالجہر سے انکار نہیں۔

مین کہتا ہوں مسلم بن خالد ایسے ضعیف نہیں کہ ان کی روایت ساقط کی جاوے  
 حافظ صفی الدین خلاصہ میں ان کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں (وق) مسلم بن خالد المعروف  
 مولانا ابو خالد المکی الفقیہ الامام المعروف بالزنجی قال اسحاق الحلبی لانہ  
 اثنیہ بالاضد قال سدید بن سعید کان شديدا لادمة عن ابن ابی ملیکۃ  
 بن عبد بن اسلم وطائفة رعنہ الشافعی وابن وهب والحمدی وطائفة قال



سات برس کی عمر میں انھوں نے نماز شروع کی تو چار برس تک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی گویا آخر زمانہ نبوی کے نماز کی کیفیت دیکھی پھر خلفاء اربعہ کے ساتھ رکھراؤ کی نماز کی کیفیت دیکھی تو اب انکی نماز بیشک حضرت صلعم کی نماز اور خلفاء راشدین کی نماز کے مطابق ہوگی جس سے حضرت صلعم کا آمین یا الجہر پڑھنا آخر زمانہ میں ثابت ہوا اور پھر اثر عبداللہ بن زبیر بھی کچھ حصہ نہیں ان حدیث مرفوعہ صحیحہ سے جو حضرت صلعم کا آمین بالجہر کہنا پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہ بھی آپ کا مخالف ہے کہ خلفاء اربعہ سے حضرت عمر و علی آہستہ آمین کہتے تھے حالانکہ اونے آہستہ آمین کا پڑھنا ثابت نہیں ہوا بحث اسکی مفصل پہلے گذر چکی آپ کے جگہ آمین بالجہر تعلیمی کا جواب بھی مکرر گذرا اگر مقتدیان عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دیکھا دیکھی آمین بالجہر کہتے تو بیہلام کے عبداللہ بن زبیر اونے کہتے تھیں تو تعلیم آمین بالجہر کہنا تمام لوگ کیوں آمین بالجہر کہنے لگے عبداللہ بن زبیر کا مقتدیوں کو منع نہ کرنا اور انوکا اوسکے مقتدیوں کا آمین بالجہر کہنا صاف دال ہے کہ یہ لوگ سنت نبوی پہلے آمین بالجہر کہتے تھے اور امام شافعی نے مقتدیوں کے حق میں آمین بالجہر سے ہرگز رجوع نہیں کیا امام شافعی پر یہ آپ کا محض بہتان ہے۔ امام شافعی کے قول کی مفصل بحث پہلے لکھی جا چکی فتدکر۔

**قول مؤلف** آنھوں میں حدیث بیہقی نے سنن کبریٰ میں روایت کی ہے  
 اخبرنا ابو یعلیٰ حمزة بن عبد العزیز العبدی لانی قال انبأنا ابو بکر محمد بن الحسن بن القطان ثنا احمد بن منصور الموصی ثنا علی بن الحسن بن شقیق انما نا ابو حمزة عن مطرف عن خالد بن ابی نوف عن عطاء قال ادركت ما ستين من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في هذا المسجد اذا قال الامام غير المفضوب عليهم ولا الضالين سمعت لهم رجعة

اسی قید سے یہ بات لکھی گئی ہے۔ اس کے کم نہیں ہے اور حدیث حسن بھی ہے۔  
 سب اور ابن زبیر کا اثر جس کو آپ نے بواسطہ عبد الرزاق نقل کیا ہے بحث احادیث  
 بنا ہی میں ہے۔ اس کو نقل کر دیا اور آپ کی کل باتوں کا جن کو آپ نے یہاں دہرایا  
 ہے جواب یہ ہے بعض صحابہ کی تعلیمات امین بالجہ کا جملہ آپ بار بار کہتے ہیں اس کا جواب  
 دوسرے علماء کی خدمت میں۔ اور یہی لکھا گیا کہ اثر ابن زبیر سے حضرت ابن زبیر اور ان کے  
 مقتدیوں کے وہ آیتیں بالجو کہنا ثابت ہے کیونکہ کائن کا لفظ موجود ہے +

**قول مولف** ابن زبیر کی امین بالجہ سے یہ گروہ نہیں نکلتا کہ آنحضرت زور سے  
 آمین پڑھا کرتے تھے کیونکہ یہیں دیکھنا ہو گا کہ ان کو آنحضرت کی صحبت کتنے دن اور کس  
 زمانہ میں ہوئی ہے اور وہ غلامہ راجہ کا ملک میں طبع تھا اسما، الرجال سے خوب ثابت ہے کہ  
 ابن زبیر نبوت کے چلنے وال پیدا ہوئے تھے آنحضرت کی وفات کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں  
 لیبارہ برس کے تھے آپ تو لڑکپن کا زمانہ دوسرے ظاہر ہو کہ آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھتے  
 ہا اتفاق ہوا ہے تا جاف حضرت عراء حضرت علی کے کہ یہ دونوں کس پایہ کے لوگ  
 تھے الی قول انہم ثنائی باوجودیکہ اثر ابن زبیر کے راوی ہیں۔ مقتدیان ابن زبیر کے  
 جو امین کو کافی سمجھو اور چھان بین کے بعد مقتدیوں کے ہی میں امین بالانفراد کے  
 قائل ہونے اور اپنے قدیم قول سے رجوع کیا +

تین کہنا ہوں اثر ابن زبیر سے غوی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل  
 یہی امین بالجہ تھا کیونکہ آپ نے اسے کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابن زبیر  
 کی رہ برس کے تھے اور ثنائی نے بھی حکم دیا ہے کہ لڑکوں کو سات برس کی عمر  
 میں نماز کا حکم کر دو اور سات برس میں مار و خطا پرستہ کہ عبد اللہ بن زبیر جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 چھوٹی بھینس کے پوتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نواسے حضرت عاتقہ صدیقہ کے بھانجے حضرت مراد  
 حواری و چھوٹی زاد حضرت زبیر کے لڑکے تھے وہ کہتے بڑے شائق عبادت ہونگے

ابن اسماعیل وعنه یزید بن ابی حبیب وثقه ابن حبان سبارت تقریب خلاصہ  
سے معلوم ہوا کہ خالد بن کثیر ہمدانی انھیں کو بخاری نے ابن ابی نوف بھی کہا ہے یہ ثقہ  
ہیں اب ترجمہ خالد شیبانی کا سند حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں خالد بن  
دینار النبی بکسر النون بعدھا تختانیة نسبة الی النیل بلد بین الواسیطہ  
والکوفۃ ابو الولید الشیبانی صدوق من الحاضریہ اور خلاصہ میں ہے  
خالد بن دینار الشیبانی بمعجمۃ ابو الولید النبی بکسر النون عن الحسن  
وسلم بن عبد اللہ وعنه الثوری ویزید بن شریع وثقه احمد بن حنبل  
حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ ہے کہ اصلی قول تو خالد کے بارے میں وہی ہے  
کہ یہ جیسا کہ ہے ابن اور خالد ہمدانی اور شیبانی یہ جی ثقہ ہیں تو اب خالد  
کو جو چاہے کہو کوئی اعتراض نہیں رہا :

**قول مؤلف** دوسرے نسائی کے سوا اصحاب ستہ میں سے کسی نے انکی  
حدیث روایت نہیں کی اور نسائی نے جو روایت کی ہے وہ صرف ایک حدیث  
ہے جو اب ذکر پر بضاعہ میں مروی ہے ۔

میں کہتا ہوں یہ کوئی جرح نہیں بہت سے راوی ایسے ہیں کہ جن سے اصحاب  
صحاح ستہ نے روایت نہیں کی دیکھو امام ابو حنیفہ سے اصحاب صحاح ستہ نے روایت  
نہیں کی اور نہ کسی کتاب اصول میں یہ لکھا ہے کہ جس سے اصحاب صحاح ستہ روایت  
نہ کریں وہ ضعیف ہے لہذا یہ قول آپ کا محض فضول ہے ۔

**قول مؤلف** تیسرے باوجود قلیل الحدیث ہونے کے ابن عباس سے تین حدیثیں  
روایت کی ہیں جس سے نکلتا ہے کہ انکی عادت تدلیس کی ہے :

میں کہتا ہوں اولاً شیخ خالد نے ابن عباس سے تین حدیثیں روایت کی ہیں شیبانی نے  
بہت سی روایتیں روایت کی ہیں شیبانی نے بہت سی روایتیں روایت کی ہیں شیبانی نے بہت سی روایتیں روایت کی ہیں

بائیں۔ یعنی: عاصی سے ویسے بننے سے تجدیدیں ہو سکتی ہیں۔ اگر سب اب اس  
والا الفضلین کہتا تو ان لوگوں نے آمین کا ایک نور چلایا۔

یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح ہے آپ نے بھی اس کے کسی یا کسی یہ کلام نہیں کیا۔  
ہات خالد بن ابی نوف کی نسبت ہیں شبہات اپنے ذہنی وار کے ہیں سوائے جواب  
دیا جاتا ہے۔

قتل و قتل ان عبارات سے چند بائیں سے تبادلوں ہیں ایک تو یہ کہ خالد  
ابن ابی نوف کون ہیں، مہین محدثین کا اختلاف ہے کسی نے خالد سجستانی کسی  
نے خالد شیبانی کسی نے خالد ہمدانی قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں آپ نے پہلے عبارت کتاب الثقات ابن حبان کی نقل کی ہے  
اور میں خالد بن ابی نوف کو سجستانی لکھا ہے اور تہذیب التہذیب کی عبارت  
یوں ہے خالد بن ابی نوف السجستانی وقیل وهو خالد الشیبانی الذی  
یرواہی عن ابن عباس مرسلہ اور کاشف وغلامہ میں کوئی نسبت خالد کی

مذکور نہیں ہے۔ عبارت ابن حبان و تہذیب التہذیب سے ظاہر ہے کہ خالد بن  
نوف سجستانی جو کہ خالد بن حبان نے تو خالد کو سوا کو سجستانی کے اور کچھ نہیں لکھا  
اور حافظ ابن حجر نے البتہ تہذیب میں اصل قول سجستانی کا لکھا ہے اور صفیہ زینل  
اسے جو صنعت پر دلالت کرتا ہے شیبانی کا قول بھی نقل کیا جو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

محدثین کہتے ہیں خالد کی اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہاں افظ قیل سے بعض قول  
ضعیف کو بتلوا دیا ہے اور چاہئے کہ خالد شیبانی کہو یا ہمدانی یا سجستانی یہ تینوں  
خالد ثقہ ہیں حافظ ابن حجر اقرب میں کہتے ہیں خالد بن کنشیر الہمدانی الکوفی میں  
یہ یا اس میں اس درجہ و اخط من قال لا صحیحہ عن ابن الجارودی انہ ابن

ابی نوف اور خالد بن کنشیر الہمدانی، کو فرمودہ، اللہ اعلم

هو ایت کتیرا الحمد الخ - دیکھئے او کو مقبول کہمات اور جس راوی کے حق میں یہ  
کلر اطلاق کرتے ہیں او کی حدیث بغیر مصالح ضعیف رہتی ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے  
دیباچہ تقریب میں اسل اصطلاح کی تعریف کر دی ہے السادسة من ليس له من  
الحديث الا القليل ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من اجله واليه الاشارة  
بله ظ مقبول حيث يتابع والا فلين الحديث -

میں کہتا ہوں عبارت دیباچہ تقریب کی جو آپ نے نقل کی ہے تو اس میں بھی  
آپ نے مخالف دیا ہے میں عبارت دیباچہ تقریب مع ترجمہ و مطلب کے کہتا ہوں  
جس سے ناظرین پر آپ کے مخالف کا حال کھل جائیگا۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں  
السادسة من ليس له من الحديث الا القليل ولم يثبت فيه ما يترك حديثه  
من اجله واليه الاشارة بلفظ مقبول حيث يتابع والا فلين الحديث -

موروی اس قسم کا ہو کہ جسے بہت کم حدیث روایت کیا ہو اور کوئی علت و ضعف  
او میں پایا نہیں گیا ہو تو ایسا راوی دو سال سے خالی نہیں ہے یا تو دوسروں نے  
او کی متابعت کی ہوگی تو وہ راوی بلفظ مقبول تعبیر کیا گیا ہے اور اگر دوسروں نے  
او کی متابعت نہیں کی تو وہ بلفظ لین الحدیث تعبیر کیا گیا ہے۔ فرق مقبول  
ولین الحدیث میں متابعت و عدم متابعت کا ہے تعریف مقبول کے یہ ہوگی کہ جس راوی  
نے حدیث بہت کم روایت کی ہو اور کوئی علت و ضعف او میں ثابت نہ ہو اور دوسرے  
روایت نے او کی متابعت کی ہو تو اب جس راوی کے حق میں حافظ ابن حجر بلفظ مقبول کا  
استعمال کریں گے وہ او کی اصطلاح کے مطابق وہ راوی قلیل الروایۃ ہے اور علت و  
ضعف سے پاک ہے اور لوگ او کی متابعت بھی کرتے ہیں تو خالد کے ترجمہ میں حافظ  
نے خالد کو مقبول کہا ہے تو او کی اصطلاح کے مطابق وہ قلیل الروایۃ ہیں اور کوئی جرح  
اور نہ ثبات نہیں اور لوگ او کی متابعت کرتے ہیں کیونکہ جس راوی میں یہ میں وصف

تو خالہ جستانی پر اب یہ اعتراض نہ رہا ثانیاً مرسل روایت کو کیا جرح نہیں اور  
 نہ مرسل روایت کرنے والا ضعیف کہلاتا ہے نہ دلس ورنہ مستحید بن سبب طاووس عطار  
 عکرمہ بہت سے ثقات کو سمجھوں نے مرسل کو کثرت سے روایت کیا ہے ضعیف کہنا پڑے گا  
 اذلیس فلیس \*

**قول مؤلف** - چوتھے ابن جبان کے سوا کسی اور سے انکی توشیح نہایت نہیں وثر حافظ ابن حجر دوسروں کی تعیلات سے اعراض نہ کرتے الی قول مکوت کیا۔

میں کہتا ہوں حافظ ابن حجر نے توثیق ابن حبان کو نقل کر کے اسکو تسلیم کر لیا ہے تو اب یہ خالد حافظ ابن حجر کے نزدیک بھی آٹھ ہی ٹھہرے اگر انکو کسی نے ضعیف کہا ہوتا یا انکے حق میں کوئی اور جرح کسی نے کی ہوتی تو بیشک حافظ ابن حجر اسکو بھی نقل کر دیتے حافظ ابن حجر دیگر مورخین کا کوئی جرح نہ نقل کرنا صاف اسکے آٹھ ہونے پر دلالت کرتا ہے یہ آپ کا کہنا کہ صرف توثیق ابن حبان پر محدثین کو اعتبار نہیں محض بسندیات قابل لحاظ نہیں بلکہ مکتذب اس دعویٰ باطلہ کا عمل درآمد محدثین پر دیکھو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں علامہ مصطفیٰ المبرقین خلاصہ میں شیخ جلال الدین سیوطی نے اسعاف البطارچال الموطا میں حافظ فہمی نے اپنی مؤلفات میں مددہ میں سیکڑوں جگہ توثیق ابن حبان پر اکتفا کیا ہے ماہرین فن اسرار حال پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے نا واقعت ہوا فہر یہ بات غفنی ہے ہاں جب توثیق ابن حبان معارض تضعیف دیگر حفاظ کی ہو تو اسوقت ترجیح قول ابن حبان کو نبوک آپ کے جو منہ میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں گو سچ ہو یا جھوٹ کتاب کا حجم بڑھا دینا آپ کا کام ہے

**قول مؤلف** اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں حمین اصح اور اعدل قول لکھنے کا وعظ کیا ہے خالد بن ابی نوف کا ترجمہ یوں لکھا ہے خالد بن ابی نوف یفتمہ النون مقبول من السادسة قبل هو خالد السجستانی الذی یرسل عن ابن عباس قبل

سماع میں کسی طرح کا شک نہیں اور مخالف کو جابہ کہ تصدیحات ائمہ جرح و تعدیل سے  
 خالد بن ابی نوف کا نہ روایت کرنا عطار سے ثابت کرے اور اسکو آگے جو آپ نے لکھا ہے  
 کہ عطار کس درجہ کے تھے اور انکا ترجمہ بھی آپ نے لکھ دیا ہے کہ عطار نے خشنین کا زمانہ  
 پایا ہے اور حضرت علی کے زمانہ وفات میں عطا چودہ برس کے تھے جیسے نکلتا ہے  
 کہ چھاقل بالغ ہو چکے تھے۔ اوس زمانہ میں دو سو کیسا دو ہزار بلکہ پچاسوں ہزار  
 صحابہ موجود تھے جن میں بدری داہل حدیبیہ وغیرہم رضی اللہ عنہم تھے اور عطا کیسے کچھ ثقہ  
 فقیہ تھے کو چکے حق میں امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے ما لقیۃ افضل من عطاء یعنی میں نے  
 عطار سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا اور مفتی مکہ مخطبہ تھے عطار کا ترجمہ امام صفی الدین خلصہ  
 میں یوں نقل کرتے ہیں (ع) عطاء بن ابی رباح القرشی مولیٰ ہمارے ابو محمد  
 الجندی الیمانی نزل مکہ واحد الفقہاء الاسرۃ عن عثمان وعتاب بن  
 اسد مرسلہ عن اسامہ بن زید وعائشہ والی ہریرۃ وام سلمہ وعروۃ  
 بن زبیر وطائفة وعنه ایوب وجبیب بن ابی ثابت وجعفر بن محمد وجبیر  
 بن حاتم وابن جبرہ وخلق قال ابن سعد کان ثقہ عالم بالثبیر الحدیث  
 انتہت الیہ الفتوی بمکہ قال ابو حنیفہ ما لقیۃ افضل من عطاء وقال ابن  
 عباس وقد سئل عن شیء یا اهل مکة تجتمعون علی وعندکم عطاء وقیل انہ  
 حج اکثر من سبعین حجۃ قال حماد بن سلمہ حججت سنۃ مات عطاء سنۃ اربع  
 عشرۃ ومائۃ اور حافظ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں اور مفصل ترجمہ انکا لکھا ہے  
 کہ عطاء بن یسیر حیر امت عطار کے حق میں فرماتے ہیں کہ عطار ہوتے میرے پاس  
 جمع مت ہوئے عطاء ثقہ امام مفتی مکہ تھے ایسا شخص جو روایت کرے گا بیشک وہ بہت  
 سمجھکر اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے روایت کرے گا اور پہلے ہم نے اچھی طرح سے ثابت کر دیا  
 ہے کہ کسی صحابی سے آمین بالا غفار کا کہنا ثابت نہیں ہے ہمارے مخاطب صاحب

ثبوت وہ راوی ابن حجر کی اصطلاح کی سوانح مقبول نہیں ہے پس جبکہ حافظ نے خالد  
کو قبول کیا تو انکی نزدیک اسکا متابیع فی الروایۃ ہونا ثابت ہو گیا ہے اگر ثابت نہ  
ہوتا تبلفظ مقبول کیونکر تعبیر کرتے اگر دوسرے شخص کو بھت عدم تتبع وعدم وجود  
راحت اسانید کی خالد کو متابیعین پر وقوف نہ تو حافظ ابن حجر کی اس اصطلاح پر کوئی  
دعا ضرر ادا نہیں ہوتا ہے اور نہ خالد کے قبول ہونے میں کچھ دیکھا گیا ہے۔

برسین احادیث وہ ہے کہ راوی قبیل الروایۃ ہو ضعف و علت اوسین ثابت نہ ہو  
مگر کوئی متابیع او مکاتہ ہو تو فرق درمیان دونوں کے متابعت وعدم متابعت  
مستحب کسی راوی کی حق میں حافظین احادیث کہیں گے سمجھا جاوے گا کہ کوئی اسکا  
تابع نہیں ہے اور جب مقبول کہیں گے تو سمجھا جاوے گا کہ متابیع اسکا ضرور ہے۔  
درمانہ وہ کہے اسے ابن حبان نے خالد کی توثیق بھی کی ہے تو اب خالد کے نتیجہ نہ ہونے  
میں کوئی شک باقی نہیں رہا۔

**قول مؤلف** دوسرا انکی روایت مطاوعے اگرچہ لوگوں نے لکھا مگر کہیں  
نہ روایت میں سمعت یا حدیثی کا لفظ نہیں ہے جو سماع پر دال ہو۔

میں کہتا ہوں کسی کتاب اصول میں سماع کے لئے حدیثی یا سمعت کو شرط  
نہیں تھا ایسے میں مدعی خلاف ذلک فعلمہ البیان اور آپکو اقرار ہے کہ  
انکی روایت عفا سے لوگوں نے لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ راوی مدلس بھی نہیں  
ہیں بے شک انکا عنقہ مقبول ہے اور مذہب جمہور کا یہی ہے اور بخاری کے نزدیک  
سمعت یا عنقہ وہ نہیں ہے کہ جس راوی کا عنقہ مردہ ہے کہ کسی نسبت  
میں مدعی روایت کرنے میں سماع کا بالکل کسی طریقے سے حال نہ معلوم ہو بخلاف  
میں متنازعہ کے کہ آپ کو اقرار ہے کہ انکی روایت کو عطا سے بعض لوگوں نے  
سماع کے لئے اسے قدر ثبوت کافی ہے بہر حال خالد بن ابی نوف کے



انہما احمد بن محمد بن عبد رس الطرا یلسی ثنا معاذ بن نجد قال ثنا خلاہ ویت  
 یحییٰ انہما سفیان عن سلمۃ بن کھیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال کان  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال آمین رفع بها صوته افتخر حدیث الفقیر  
 وفي رواية السلي قال سمعت النبي صلعم اذا قال ولا الضالين قال آمين رفع  
 بها صوته - ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انہی صلی اللہ علیہ وسلم جب  
 ولا الضالین کہتے تو اپنی آواز کو آمین کے ساتھ بلند کرتے سو ہم اخبرنا ابو عبد اللہ  
 الحافظ قال حدیثی علی بن جہش ثنا یزید بن الصلیثم ثنا ابراہیم بن ابی  
 اللیث ثنی الا شجعی عن سفیان ف ذکر باسنادہ مثله وقال ساریت رسول  
 اللہ صلعم لما قال غیر المعضوب علیہم ولا الضالین قال آمین یمد بہا  
 صوته وکذا کہ رواہ کعب بن الجراح عن سفیان یمد بہا صوته وقال الغریابی  
 عن سفیان فی هذا الحدیث رفع صوته بآمین وطول بها وبعثنا لا ورواہ الاعداد  
 بن صالح و محمد بن سلمۃ بن کھیل عن سلمۃ بن کھیل یعنی رسول اللہ صلعم جب  
 ولا الضالین فرماتے تو اپنی آواز کو آمین کے ساتھ دراز کرتے - چہارم دارمی طبرانی  
 نظامی ۱۷۱ آمین ہے باب الجہر بالکمالین اخبرنا محمد بن کثیر انہما سفیان بن سعید  
 عن سلمۃ بن کھیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ ولا الضالین قال آمین ویرفع بها صوته یعنی  
 وائل بن حجر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے  
 تو بلند آواز سے آمین فرماتے ان احادیث میں اذ اوکان وغیرہا سوجو دہن جری  
 آپ کا ہمیشہ آمین کہنا معلوم ہوتا ہے کیونکہ دارمی وغیرہ میں ہے کہ جب رسول اللہ  
 صلعم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کو بلند آواز سے پڑھتے ظاہر ہے کہ آپ کا ولا الضالین  
 کا پڑھنا دو آواز تھا تو آمین کا پڑھنا بھی دو آواز ثابت ہوا کیونکہ جہور اہل اصول کو نزدیک

بار بار حضرت عمر و علی رض کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ جواب اس کا لڑکچا +

**قول مولف** میرا قصد تھا کہ آئین بالجہر کی حدیثیں صحاح سنہ کے علاوہ بھی جہاں  
مسکین مع اسناد اس رسالے میں درج کر کے ان پر انصافاً بحث کروں کہ کچھ تسمیہ لگا

نہ رہے جتنا بچہ یہ چند حدیثیں نہایت کوشش سے بہم پہنچیں انکو علاوہ کوئی نئی  
حدیث کہیں لکھ رہے نہ گذری الی قولہ میرا خیال ہے کہ غالباً کوئی کتاب نہ ملے گی جس میں اس قدر

آئین بالجہر کی حدیثیں مع اسناد درج ہوں -

**پہلی کتاب** اگر آپ انصافاً نہ کی جگہ متعصبانہ کالفاظ لکھتے تو خوب ہوتا ان روایات  
کی نسبت جو کچھ متعصبانہ آپ نے کلام کیا ہے مع جواب ہدیہ ناظرین ہوا اور آپ نے

جس قدر حدیثیں لکھی ہیں یہ سب اہل حدیث پہلے لکھ چکے ہیں آپ نے انہیں کچھ نوکریاں  
سے التفاط کی ہیں اور نہیں تو سائر التامین لائل التامین والجر باتا میں وحاشیہ طبری

مولوٹی مسلسل الحق صاحب اور اوکے رسالے الکلام البسین کو ملاحظہ کر جائے اور غالباً  
آپ نے ان کتابوں سے ضرور استفادہ حاصل کیا ہوگا اس شد و مد پر اب بھی آپ

سے بہت سی روایات باقی رہ گئیں ہیں بطور نمونہ میں لکھ دیتا ہوں اول مصنف  
ابن ابی شیبہ ہیں - حدثنائے کعب قال حدثنائے سفیان عن سلمۃ بن کھیل

عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرا  
ولا الضالین فقال آمین ومد بها صوتہ - یعنی وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے

نبی صائم کو سنا کہ ولا الضالین پڑھا پس آمین کہا اور آمین کے کہنے کے ساتھ اپنی  
آواز کو کھینچا - اس حدیث کے کل راوی ثقہ عادل ضابط ہیں - دوم سنن کبریٰ

بہ ثقی صلاً موجودہ کتاب خانہ محمودیہ واقع مدینہ منورہ میں ہے اخبرنا ابو طاهر  
الفقیہ عن ائبا ابو طاهر محمد بن الحسن الحمد بادی ثنا العباس بن محمد الدکک  
ثنا ابو اؤد الحضر عن سفیان الثوری ج وحدثنائے ابو عبد الرحمن السلی

میں کہتا ہوں اکثر کیا معنی آنحضرت صلعم سے ایک دفعہ آمین کا آہستہ کہنا بھی ثابت نہیں ہوا آپ سند صحیح سے ایک ہی مرتبہ آنحضرت صلعم کا آمین آہستہ کہنا ثابت کر دین بخلاف آمین بالجہر کے کہ حضرت صلعم کا آمین بالجہر کہنا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے۔

**قول مؤلف** - رابعاً بفقوائے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ہم لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ آپ کے خلفائے آمین کو کس طرح پڑھا ہے الخ۔

میں کہتا ہوں کسی خلیفہ راشد سے آمین کا آہستہ کہنا ثابت نہیں ہے بلکہ لوگ حضرت صلعم کے کمال درجہ کے متقی تھے تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ آمین بالجہر ہی کہتے ہونگے اور عبد اللہ بن زبیر نے اپنی نماز حضرت ابوبکر صدیق سے سیکھی تھی جس کا روایت یہی معنی میں وارد ہوا ہے اور عبد اللہ بن زبیر آمین بالجہر پڑھتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آمین بالجہر پڑھتے ہوئے تھے۔

**قول مؤلف** خامساً بعض آثار سے گو غریب و معلق تھے ہی ترک جہر کے باب میں بعض صحابہ کا فتوے بھی پایا جاتا ہے الخ۔

میں کہتا ہوں کسی صحابی کا فتویٰ نہیں پایا جاتا بعض تعصبین مقلدین کی یہ بنا لی ہوئی باتیں ہیں بحث اسکی فصل گذر چکی۔

**قول مؤلف** سادساً کسی امام فاضل آمین بالسر کا اظہار سے جہر کی طرف رجوع کرنا ثابت نہیں اور امام شافعی کا بعد ایک زمانہ کے الخ۔

میں کہتا ہوں امام شافعی نے آمین بالجہر سے ہرگز رجوع نہیں کیا۔ امام شافعی پر یہ محض افتراء ہے بحث اسکی گذر چکی۔

**قول مؤلف** سابعاً اظہار آمین میں ایک خاص حکمت ہے جو کو فقہ

ذات محمود کے لئے آتا ہے۔ **پہنچ مصنف** ابن ابی شیبہ سے منقولہ کتاب خانہ  
 قبر محمودیہ واقع مدینہ منورہ میں ہے حدیثا وکیع قال حدیثا الزہری عن عطاء قال  
 لقد کان دوی فی مسجدنا بملین اذا قل الامام غلب المغضوب علیہم  
 و الاضالین یعنی عطا سے روایت ہے کہ اگر ہماری اس مسجد میں شور آئیں گا ہوتا ہے  
 امام غیر المغضوب علیہم و الاضالین پڑھتا اس حدیث کے راوی سب نقذہن انھن  
 پانچ شالوں پر میں اکتفا کرتا ہوں اگر مجھ طبرانی و صحیح ابن حبان و سنن ابن ابی شیبہ  
 وغیرہ کی روایات جمع کی جائیں تو ایک مستقل کتاب میں ہو جائے عامل کے لئے اس  
 قدر کافی وافی ثانی میں قول فیصل میں جو پہلی باتوں کا آپ نے اعادہ کیا ہے سب کا  
 جواب پہلے لکھا گیا ہے ان آئین ہاں کے ترجیح کے باب میں جو وجود آپ نے لکھا ہے یہی ہے  
 جواب دیا جاتا ہے +

**قول مؤلف** اولاً اخفاء آمین قرآن سے نکلتا ہے الخ۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن سے آمین کا اخفاء نہیں نکلتا بلکہ سب تفسیر مفسر  
 قرآن جبرائیل ابن عباس قرآن سے آمین کا جوہر سے کہنا ثابت ہوتا ہے اور بحث  
 اسکو پہلے گذر چکی +

**قول مؤلف** ثانیاً جہر کو تعلیم پر معمول کر کے آمین آہستہ کہنے میں  
 اس آیات و احادیث و آثار کی تطبیق بوجہ احسن ہو جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں اگر قراءۃ کو بھی تعلیم پر معمول کر کے آہستہ پڑھا کیجئے تو آمین  
 کو بھی آہستہ پڑھئے ورنہ جیسے قراءہ کا دو اما جہر سے پڑھنا ثابت ہے ایسے ہی  
 آمین کا بھی دو اما جہر سے پڑھنا ثابت ہے ابھی دیکھی بحث گذر چکی۔

**قول مؤلف** ثالثاً اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و  
 سلم نے اکثر آمین آہستہ کہی ہے +

مثلاً آئین بالجہر فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور حضرت کا ارشاد ہے۔ صلوا  
کما امرتونی اصلی تو اب حسب ارشاد نبوی متبعان طریقتہ رسول کو چاہئے کہ  
آئین بالجہر کہا کریں ۱

راجا طریقتہ خلفا ارشاد میں مثل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عبد اللہ  
بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی آئین بالجہر رہا تو اب انھو اے علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین  
ہم لوگوں کو چاہئے کہ آئین بالجہر کہا کریں۔

خامسا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو طریقتہ ما انا علیہ و  
اصحابی پر چلے گا حضرت ۴ اور صحابہ کا طریقتہ روایت یہی تھی و ابن ابی شیبہ سے معلوم  
ہو گیا کہ آئین بالجہر تھا تو فرقہ ناجیہ میں جو داخل ہونا چاہے اس کو چاہئے کہ آئین  
بالجہر کا طریقتہ اختیار کرے۔

سادسا۔ کثرت رائے مجتہدین و ائمہ حنین کی اس طرف ہے کہ آئین بالجہر کہا جائے  
تو کثرت رائے کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

سابعاً یہ وجہ خاص حنفیہ کے ساتھ متعلق ہے محققین حنفیہ مثل ابن الہمام و زبیری  
و مولوی عبدالمی مرحوم نے بھی آئین بالجہر کو ترجیح دی ہے تو حنفیہ کو چاہئے کہ اپنی  
محققین کا طریقتہ اختیار کریں۔

مثلاً آئین بالجہر میں ایک خاص حکمت ہے اور اس حکمت کو  
وہی شخص سمجھے گا جس کو اتباع سنت نبوی کا شوق و ذوق ہے وہ یہہ  
کہ حضرت صلعم نے مخالفت اہل کتاب کا حکم دیا ہے اور یہودی آئین  
بالجہر سے جلتے تھے تو حضرت صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ نماز میں خوب  
زور سے آئین کہا کر دنا کہ یہودی خوب جلیں تو اب اہل اسلام کو چاہئے کہ  
مخالفت اہل کتاب میں حسب ارشاد نبوی خوب کوشش کر کے آئین بالجہر

فی الدین سے تعلق ہے اور وہی شخص اسکی کتہ کو پہنچ سکتا ہے جسکو نسبت نعمانی حاصل ہے وہ یہ کہ نماز میں قرآن کے سوا کسی چیز کا بآواز بلند پڑھنا بجز اشد ضرورت کے نہ تو امام کے لئے شروع ہے نہ مقتیوں کے لئے الی قولہ هذا اما اہمینی سربہ . الحمد للہ علی ذلک -

میں کہتا ہوں اگر فقہ فی الدین و نسبت نعمانی کا یہی نتیجہ ہے تو ایسی مثبت نعمانی کہ سلام ہے جلا نعمانی صاحب بہ تو فرمائیے کیا امام تکبیرات زور سے نہیں کہتا ایچھا تکبیرات انتقال کے لئے ہی سمیع اللہ من حمدہ کو بالجہر کہنے کی کیا حاجت ہے جس شارع نے سمیع اللہ من حمدہ کو بالجہر کہا ہے اوسے آمین کو بھی بالجہر فرمایا ہے اور مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم دیا ہے - حاصل کلام و خلاصہ مزامیر ہے کہ شنا تسبیحات التہیات و رو کو شارع نے آہستہ پڑھا اور قراۃ تسبیح آمین کو بھر سے تو جہن جہن کو کہ شارع نے جہت پڑھا ہے او کو بھر سے پڑھنا چاہئے اور جنکو آہستہ پڑھنا آئے آہستہ پڑھنا چاہئے جنکو اتباع سنت کا مذاق ہے اور آیت قل نکتہم نجیون اللہ فاتبعونی کے معنی کو سمجھا ہے وہ اسکو نبوی سمیع کے نیکون هذا اخر الکلام فی رد کید الد الخصاصم فالحمد للہ علی الابداع والاختتام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ و اہل بیتہ واصحابہ واتباعہ الکرام -

## ترجیح آمین بالجہر کی وجوہ

اولاً آمین بالجہر کا کہنا آیت ذآلی ادسوریکہ الخ سے سب تفسیر جبرأت ہنس و نفقہ قرآنی یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما ثابت ہوتا ہے -  
ثانیاً آمین بالجہر کہنے کا حکم احادیث مرفوعہ صحیحہ سے ثابت ہے چنانچہ بہت سی احادیث اسکی نسبت گزر چکی ہیں -

## تحریر جناب مولانا علامہ فہامہ محقق کامل صاحب مولوی الحق حسنا کفر یا نوا

مکرمی جناب مولو! دامت لعلکم۔ اید سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ التماس اجنا کہ یہی اس حق پسند و انصاف سے دل میرا نہایت شادان و خوش ہو کر آج ہر محض پز قلب کے اطمینان کے لئے صرف اپنے ہی پرکتھا نہیں فرمایا بلکہ دوسروں کے نظر سے بھی اس کتاب کو گزار دیا الحمد للہ والمنکر اس رسالہ کو مضامین نفیس سے مملو پایا +

تقریظ از سخنور فصیح اللسان تلمذ سنیج بلیغ البیان مولوی ابوالحسن

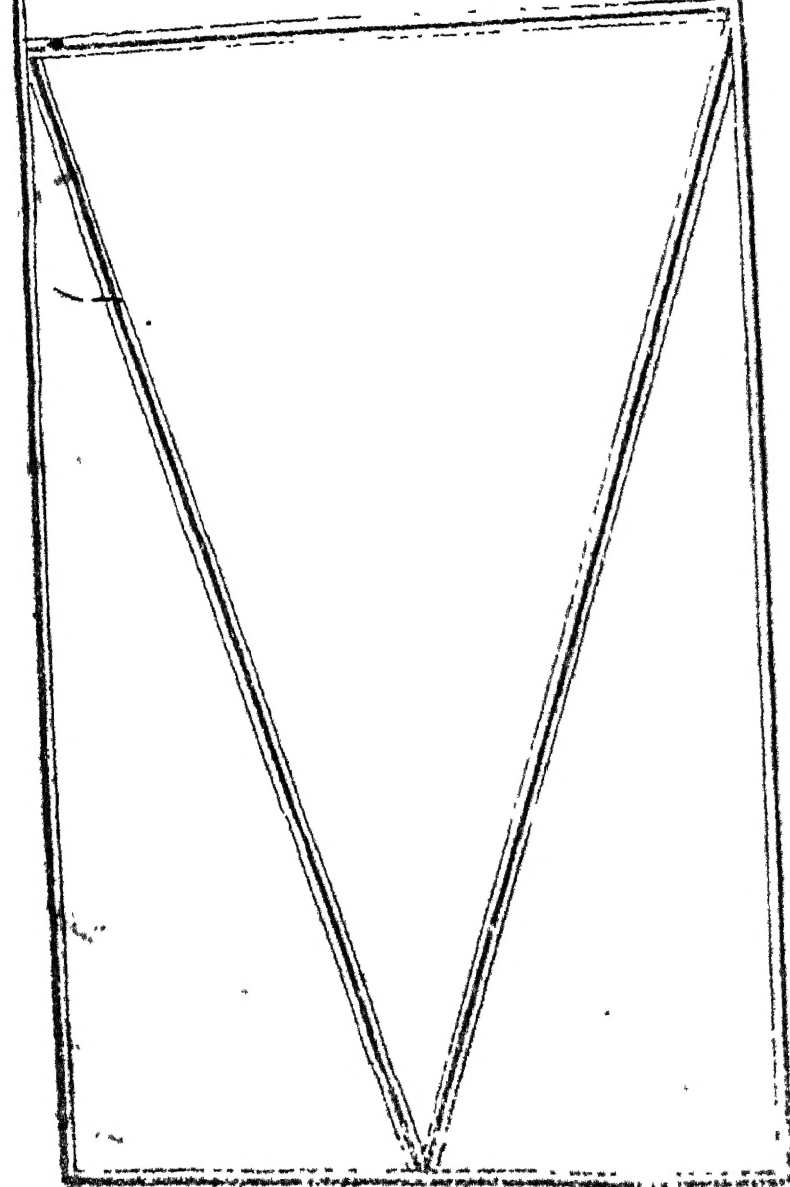
صاحب بن قاصی محمد بن صاحب الفوری

اور تری پاری محمد پرورد و مستطاب  
بعد از ان تقریظ میری جو عیا نصل الخطاب  
جسکو مولانا پھر حسن نے سمجھا تھا جواب  
نیز ادب مطلق کو اوسنے کر دیا بالکل خراب  
جبکہ سب تحقیق اسکی خود ہی تھی مثل جناب  
اپنی دام و روی مجھے آپ ہی دریغ و رباب  
ما دہی مایدی من سرہ حدیث الکتاب  
ایسے ہی اپنی دلائل کو یہ سمجھیں آفتاب  
صبح و دلیل جو ہمین تھو کہوں جانین صواب  
کیا نہیں بڑھ دھایا جو دھانا مستجاب  
دیکھ لین اسکو لغت میں تو کہہ کشف العجب

محمد و محمد کو الہی حاج از حد و حساب  
اسکے آل اصحاب پر ہر دم تحیات و رضا  
چونکہ تھی حلال التین ہر سنگ تار و عنکبوت  
اسکی تفسیر حدیث و فقہ و تشر و نظم کو  
کیا ضرورت تھی کہ اسکا رو کرین ارباب علم  
اسکی بلجھنے پہنسا یا انکو در زلف دراز  
اشتہا لثامین جہا بال دلیل المذکور  
جیسے رکھ کر گھاس کو جگنو یہ پھونکین بوزرنے  
فان کو کہہ سکتے ہیں سب کہہ دیکھ دعا  
تلبیہ تلبیل جو حج میں پکارین نوینین  
لفظ اسرار اور اخفا کے ہیں جنی سرو جہر

کها گرین - الحمد لله که یہ رسالہ آج ۶ - ربیع الاول ۱۳۱۲ ۵ یوم یکشنبہ کو  
 ختم ہوا ختم الله لنا بالحق +

تہاخی مہیر







جبریت و تقدیر میں کی مانند ثبوت کلمت فرما  
 ا کا ہفقہ و جمع مانا بگت م و ر افہ  
 نہ نہ چتا بہ نہ نہیں ہوتے اکتے اکتے اکتے  
 نہت والا امام اہل قرآن و حدیث  
 جبر علم و حوا مت سچو نام خود مسجید  
 ان نے اسکا رد و کھافی الفوراوردندان  
 جبر آیین کو کیا ثابت ہر بان حدیث  
 مرمیدان کو مقابل میں ہو سہو آسی تمام  
 فغسل مالک ہو ابطال مائل بر ملا  
 فکر مال طبع اسل رنورہ سنت کی جب  
 دور کر کر پافوسر کھڑو ہوا شدہ کے  
 میں ہوں صما میرا تھا ہر دومہ مصطفیٰ

دیکھ کر تو میرے ہاتھ سے رزمہ بدلی، نقاب پہ  
 بے غلط و بے غرأت ایسا ہی بدعرا و خنساب  
 ہر عیضوں کے لئے اس کی کلید مفتاب  
 الجوان کروا دے کہنا نعل کا انتخاب  
 ایسے تئیر: تقلد جان لو بے ارتباب  
 جمع نعل و نقاب در ہمارے تیغ و شمشیر  
 رض پہر اشتہار صدق و فتح مضطرب  
 تاقیاء سے ہو نہ تیکہ رکاسا مان و ستیا جا  
 کر دیا مصل کہ آنا نقاب ہیں ہم صواب  
 صبر کے بدلہ ہو آؤ انکا مصائب انقلاب  
 بھر آئین مان لی چٹوں سے لڑتا شیش باب  
 صدق دل تو لو ہا نہ دے کہ کہ بے وقت جا  
 کیا بچا کمین علی اہل الشہین کو جا جو  
 خادم خادم عثمان خاک نعل بوترا بے

تقریظ جناب مولوی مولا بخش صاحب بزرگاری بہائی

خدا و جهان آفرین کو بہار ہزار سپاس و ثنا جو اپنی کمال رحمت و رافت سے نصرت مونسین  
 انفیل و وکیل ہوا۔ اور آیت پر اثبات و کان حقاً علیہا نصر المومنین سے انکی دلک  
 مستحکم فرمایا۔ اور بھول رمتہ للعالمین پر یہ دم صلوة و سلام تازہ و جید سے بدیست  
 لایزال طایفۃ من استغنی عنہم رہیں۔ البتہ کونہ وہ جان نشی مطاف فرمایا۔  
 اور انکی آرزو و خواہش پر یہ ہزار رحمت و جود فرمایا۔ البتہ اس سے مستغنی ہیں کہ فی وقیفہ چھا